www.ataunnabi.blogspot.com
دعوت و تبلیغ
کا
نبوی اسلوب
از
مولانا محمد آزاد عالم مصباحی
www.izharunnabi.wordpress.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

میری تعلیم لوگوں تک پہنچاؤ، اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ (بخاری)

دعوت وتبلیغ

کا

نبوی اسلوب

مؤلف

محمد آزاد عالم مصباحی

ناشر

آل انڈیا حرا ایجوکیشنل ٹرسٹ، گوشالہ روڈ، مدھوبنی
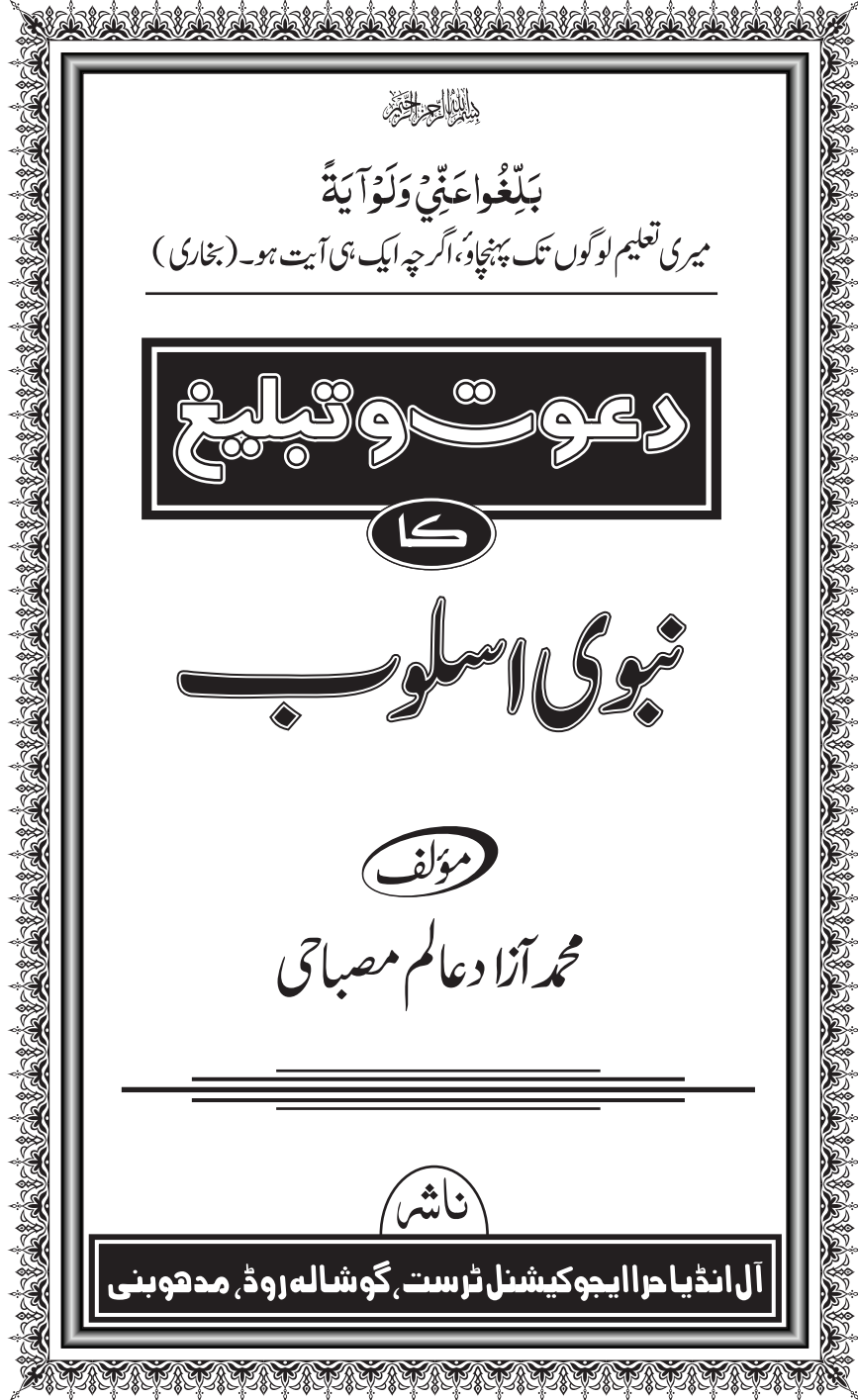
نام کتاب	:	دعوت وتبلیغ کا نبوی اسلوب
مؤلف	:	محمد آزاد عالم مصباحی
نظر ثانی	:	مبلغ اسلام علامہ عبدالمبین نعمانی (رکن المجمع الاسلامی)
	:	حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی
پروف ریڈنگ	:	حافظ محمد تحسین رضا، بانکا
کمپوزنگ	:	محمد یونس رضوی، کولکاتا - محمد رضا نوری، مدھوبنی
سن اشاعت	:	۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء
صفحات	:	۷۲
تعداد	:	گیارہ سو / ۱۱۰۰
قیمت	:	۵۰/روپے
بموقع	:	عرس حافظ ملت وجشن دستار فضیلت
	:	یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۱/مارچ ۲۰۱۶ء
ناشر	:	آل انڈیا حرا ایجوکیشنل ٹرسٹ، گوشالہ روڈ، مدھوبنی

ملنے کے پتے:

آل انڈیا حرا ایجوکیشنل ٹرسٹ، مدھوبنی

جامعہ فاطمہ زہرا، دونار چوک، دربھنگہ

دار العلوم امیریہ گلشن احمد رضا، مظفر پور

جامعہ محمودیہ منظور العلوم نسواں عربی کالج، بہرائچ، یوپی

جامعہ عبداللہ بن مسعود گلشن کالونی، کولکاتا، ۷۰۰۱۰۰

مدرسہ غوثیہ معینیہ کنزالعلوم، کیتھاہی نصیر الدین ٹولہ، مدھوبنی، بہار

فہرست مضامین

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

شرف انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

مخدوم الملک سید شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری علیہ الرحمہ،

حضور ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین احمد بہاری علیہ الرحمہ،

حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ،

پدر بزرگوار محترم المقام جناب محمد زبیر عالم قادری

اور والدۂ محترمہ مشفقہ سمیع النسا خاتون

کی بارگاہوں میں پیش کرتا ہوں

جن کے فیوض وبرکات اور ادعیہ کریمانہ سے میں کسی لائق ہوا

خاک پائے اولیا

محمد آزاد عالم مصباحی

عرض حال

عہد رسالت مآب ﷺ سے لے کر عہدِ حاضر تک دینِ اسلام کی ترویج واشاعت کا کام مسلسل جاری ہے۔ تاہم چند عشروں سے ہمارا تبلیغی کارواں کچھ سست پڑ گیا ہے اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ منظّم طریقے سے انجام نہیں پارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دن بدن اہل سنت کے مسلکی حریف وہابیہ ودیابنہ مسلم معاشرے میں اپنا تسلط جمارہے ہیں اور اہل سنت کا وسیع دائرہ سکڑتا جارہا ہے۔

آج ہمارے پاس نہ تو کوئی منظّم جماعت ہے، نہ کوئی منصوبہ بندلائحۂ عمل، نہ دوسروں کے بتائے ہوئے مسائل پر اعتماد، نہ دوسرے کے فتاویٰ کو قبول کرنے کی گنجائش، نہ چھوٹوں میں بڑوں کی عزت کا جذبہ، نہ بڑوں میں چھوٹوں پر شفقت کرنے کی عادت اور نہ کوئی کسی کے تابع رہنے کو تیار ہے، غرض کہ ہر کوئی اپنی جماعت، اپنی تنظیم اور اپنا ادارہ قائم کرکے خود مختار زندگی گزارنے کا خواہاں ہے۔ اس طرز عمل سے کسی کی ذات پر کوئی فرق تو نہیں پڑتا البتہ اجتماعی طور پر ہمارا اجتماعی شیرازہ ضرور منتشر ہوتا ہے۔ ہم اہل سنت مسلک ومشرب اور فروعی مسائل کو لے کر باہم دست وگریباں ہیں ہمارے اجتماعی اختلاف وانتشار سے اغیار خوب خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

تعلیمی، تبلیغی، تصنیفی اور تحریری لحاظ سے اگر چہ کچھ بیداری آئی ہے، لیکن بہت سارے ہندوستانی صوبوں میں ابھی بھی حالت افسوس ناک ہے۔ بہار، جھارکھنڈ، بنگال، آسام وغیرہ میں خاص طور سے تعلیمی، تبلیغی اور تحریری کام انجام دینے کی ضرورت ہے۔ ان صوبوں میں نہ تو معیاری درسگاہیں ہیں کہ جن میں باقاعدہ اعدادیہ تا فضیلت پورے نظم ونسق کے ساتھ تعلیم ہوتی ہو، نہ کوئی ایسا تصنیفی ادارہ جو اسلاف کی تصانیف اور کتب ورسائل اور ان کی ہمہ جہت خدمات کو عام کرسکے اور نہ دعاۃ ومبلغین کی خاطر خواہ تعداد جو خلوص کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام انجام دے سکے، گنے چنے چند ادارے بھی ہیں تو ان کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں

ہے جنھیں تعلیم و تعلم اور نظم ونسق سے دور دور تک کوئی علاقہ نہیں۔ ع

نظام میکدہ بگڑا ہوا ہے اس قدر ساقی اسی کو جام ملتا ہے جسے پینا نہیں آتا

آج تصنیف و تالیف سے زیادہ تبلیغ اور عہد حاضر کے جدید تقاضوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ لسانی تبلیغ کے بعد تصنیف و تالیف عصر رواں کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ یہ دور لٹریچر کا دور ہے، آج وہی قوم اور وہی جماعت فوز وفلاح سے ہمکنار ہو سکتی ہے جس کی پشت پر فکر انگیز لٹریچر ہو۔ دور حاضر کی اسی دعوتی و تصنیفی ضرورت کے پیش نظر چند متحرک وفعال علما وطلبہ کی موجودگی میں " جامعہ فاطمہ زہرا، دونار چوک، دربھنگہ (بہار) کی ایک اہم میٹنگ میں ایک تنظیم بنام "آل انڈیا حرا ایجوکیشنل ٹرسٹ" ۱۷ر شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۷ر جون ۲۰۱۵ء کا قیام عمل میں آیا، اس تنظیم سے ہمارا مقصد اسلام کے بنیادی اصولوں کو عملی اور تبلیغی طور پر پیش کر کے معلم کائنات ﷺ کی سیرت و سنت اور اتباع شریعت کے جلووں سے مسلم معاشرے کو آراستہ اور مزین کرنا ہے۔ علاوہ ازیں دینی و عصری علوم سے لوگوں کو متعارف کرانا اور مدارس و مکاتب کے موجودہ نظام کی اصلاح ہے۔

راقم الحروف کی دیرینہ خواہش تھی کہ تنظیمی سرگرمیوں اور اس کے تحت انجام پانے والے امور کو زیب قرطاس کروں، لیکن جب میری ملاقات محب گرامی مولانا طفیل احمد مصباحی "سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور" سے ہوئی تو انھوں نے مجھ سے فی الوقت مصروفیت اور مستقبل کے تعلق سے پوچھا، تو میں نے تبلیغی مشن اور تنظیمی سرگرمیوں کو کتابی شکل میں عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کا عندیہ ظاہر کیا۔ مولانا طفیل احمد مصباحی نے کہا کہ فی الوقت یہ عنوان آپ کے لیے زیادہ موزوں و مناسب ہے۔ یعنی " دعوت و تبلیغ کا نبوی اسلوب " اس وقت مجھے ایسا لگا کہ یہ عنوان میرے مقصد کے خلاف ہو لیکن جب غور و فکر کیا تو حالات کے پیش نظر یہ عنوان حسبِ حال نظر آیا۔

سب ایڈیٹر صاحب کا میں بے حد ممنون اور شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے اتنا مفید مشورہ دیا جو میرے لیے مفید تر ثابت ہوا، میں اس لائق نہیں کہ اس عنوان پر کما حقہ اور سیر حاصل بحث کر سکوں۔ تاہم اپنی ناقص علمی استعداد کے مطابق کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ کتاب میں جہاں کہیں خامی نظر آئے تو بغرض اصلاح اطلاع فرمائیں انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔

مصلح قوم وملت، مفکر اسلام حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی دام ظلہ العالی نے اپنی اصلاح اور مفید مشوروں سے نوازا۔ احقر حضرت کی بارگاہ میں امتنان وتشکر کا گلدستہ بڑے ادب کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اللہ رب العزت جماعت اہل سنت پر آپ کا سایۂ عاطفت تادیر قائم رکھے۔

یہ تحریری کام میرے لیے بہت دشوار گزار تھا مگر میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنھوں نے کسی بھی طرح میری مدد کی اور میرا کام آسان کیا خصوصًا مفتی محمد سرفراز مصباحی (سیتامڑھی)، مفتی عالمگیر مصباحی (گڈا)، مفتی محمد حسان رضا مصباحی (کولکاتا)، مفتی محمد اسرارالحق مصباحی (مظفرپور)، مفتی محمد ظفریاب حلیمی مصباحی (مظفرپور)، حافظ محمد یونس رضوی (کولکاتا)، حافظ محمد تحسین رضا (بانکا)، حافظ محمد رضانوری (مدھوبنی)، حافظ محمد احمد علی (مدھوبنی) اور محمد عارف رضا (دربھنگہ) وغیرہ، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ان تمام حضرات کو دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے اور میری اس حقیر کاوش کو قبول فرماکر کتاب کو مفید عام وخاص بنائے۔ آمین

خاک پاے اولیا:

محمد آزادعالم مصباحی

سکونت: کیتھاہی نصیرالدین ٹولہ، ضلع: مدھوبنی (بہار)

متعلم درجۂ فضیلت الجامعۃالاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

موبائل:7079667061/7398307478

azadmisbahi92@gmail.com

تقریظ جلیل

مبلغ اسلام حضرت علامہ **عبد المبین نعمانی** مصباحی صاحب قبلہ
(رکن) المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"دعوت وتبلیغ کا نبوی اسلوب" نامی کتاب عزیزی مولانا محمد آزاد عالم مصباحی (مدھوبنی) کی ایک کامیاب کوشش ہے، آج دعوت وتبلیغ کی طرف سے بڑی غفلت برتی جارہی ہے، ہر طرف کمانے دھمانے اور زر اندوزی کا دھندا پھیلا ہوا ہے، دینی دعوت کے تقاضے پسِ پشت ڈالے جاچکے ہیں، بغیر روپے پیسے کے کوئی دینی کام ہوتا نظر نہیں آتا، اور جو کچھ ہوتا ہے وہ بالکل شذوذ کے درجے میں ہے۔ ایسی کساد بازاری کے دور میں خالصاً للہ دین کی تبلیغ واشاعت کا تصور ہی عنقا ہوتا جارہا ہے، پھر بھی کچھ نہ کچھ اللہ کے مخلص بندے ہیں، جو فروغ دین کے لیے سعی کررہے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے جگہ جگہ "امر بالمعروف ونهى عن المنكر" کی تاکید کی ہے، اللہ عزّوجلّ نے انبیاے کرام کی تبلیغ دین کا تذکرہ بھی فرمایا ہے، اور ان کا یہ فرمان بھی نقل ہے کہ "إِنْ أَجْرِيَ إِلاَّ عَلَى اللهِ". (میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے) ایسے ماحول میں ہمیں دین کی تبلیغ ودعوت کے لیے کیا کرنا چاہیے اور ہمارے آقا ومولیٰ حضور مبلغ کائنات ومعلم قرآن ﷺ کا اس سلسلے میں کیا اسلوب اور طریقہ تھا یہ جاننا ضروری ہے تاکہ ہم بھی انھیں کی راہ پر چل کر تبلیغ دین کا کام کرسکیں، اسی غرض سے یہ کتاب منظر عام پر لائی گئی ہے۔

اگرچہ یہ موضوع بڑا وسیع ہے، سرکار اقدس ﷺ، صحابۂ کرام اور اولیاے امت کے کارناموں اور اقوال کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، جس کے لیے علم ومطالعہ اور فرصت کی ضرورت ہے اور اہل زمانہ اس بات کے عادی ہوتے جارہے ہیں، دین کے لیے

تھوڑا ہی وقت کافی ہے، جب کہ کچھ لوگ دین سیکھنے کے لیے ذرا بھی فرصت نہیں نکالتے، اس لیے اس مختصر رسالے سے استفادہ آسان ہے، جس میں ایک معتد بہ مقدار میں احادیث کریمہ اور واقعات صحابہ پیش کر دیے گئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اسے پھیلایا جائے، عام کیا جائے۔ اس کے ذریعے غفلت شعار مسلمانوں میں دینی بیداری لائی جائے، اور عصر حاضر میں تبلیغ ودعوت کی اہمیت اجاگر کی جائے۔

دعا ہے کہ مولیٰ عزّوجلّ اس رسالے کو قبول فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ الصلوۃ والتسلیم

عبدالمبین نعمانی مصباحی
المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ
۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

تقدیم

حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی، سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لک الحمد یا اللہ والصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نبوّت و رسالت بڑا جلیل الشان اور عظیم المرتبت منصب ہے۔ بعثت انبیا و مرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم کا بنیادی مقصد بندگانِ خدا کو دارین کی سعادتوں اور ارجمندیوں سے ہمکنار کرنا ہے۔

نبیِ اکرم، رحمت عالم، شہنشاہِ عرب وعجم جناب محمد رسول اللہ ﷺ سلسلۂ نبوت و رسالت کی سب سے حسین اور آخری کڑی ہیں۔ دعوت و تبلیغ، ارشاد و تلقین، تعلیم و تربیت، تزکیۂ نفس اور تطہیرِ باطن، ان امور کی انجام دہی فرائضِ نبوّت میں داخل ہے۔ آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ بڑی ہمہ جہت اور انقلاب آفرین ہے۔ آپ کی انقلابی تحریک و تبلیغ نے عرب کے خانہ بدوش قبائل کو تہذیب و شائستگی کے بامِ رفیع پر متمکّن کر دیا اور ایک ایسی قوم کو وجود بخشا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی فتح و نصرت اور سیادت و قیادت کا جھنڈا چہار دانگ عالم میں لہرا دیا۔ آپ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں قیصر و کسریٰ کے ایوان لرز اٹھے اور ظلمت کدۂ عالم میں ایمان و توحید کا اجالا پھیلا۔

غرض کہ آپ ﷺ کی دعوت ہر جہت سے ایک کامیاب دعوت تھی اور آپ کی تبلیغ من کل الوجوہ ایک انقلاب آفرین اور نتیجہ خیز تبلیغ تھی۔ بلا شبہ آپ کاروانِ انسانیت کے سالارِ اعظم اور قافلۂ امت کے حُدی خواں تھے، جو لمحہ بہ لمحہ افرادِ قافلہ کو بیدار کرتے رہے اور منزلِ مقصود تک رسائی کے لیے صحیح رہنمائی فرماتے رہے۔

آپ کے ہمہ گیر دعوتی اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرانسیسی مفکر نپولین بوناپارٹ کہتا ہے:

محمد (ﷺ) کی ذات ایک مرکزِ ثقل تھی جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ ان کی تعلیمات نے لوگوں کو اپنا مطیع اور گرویدہ بنالیا اور ایک ایسا گروہ پیدا کیا جس نے چند ہی سال میں اسلام کا پرچم دنیا میں سربلند کر دیا۔ اسلام کے ان پیروؤں نے دنیا کو جھوٹے خداؤں سے چھڑا لیا اور بتوں کو سرنگوں کر دیے۔ عیسیٰ اور موسیٰ (علیہما السلام) کے پیروؤں نے پندرہ سو سال میں کفر کی اتنی نشانیاں منہدم نہ کیں، جتنی متبعینِ اسلام نے صرف پندرہ سال میں کر دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کی ہستی بہت بڑی ہستی تھی۔ (میلاد نمبر، ص:۸۹، تاجدار حرم پبلشر، کراچی)

راہ خدا میں آپ کی قربانیاں بے مثال اور تبلیغی مساعی لاجواب ہیں۔

میرے نبی ارشاد فرماتے ہیں: إنما بعثت معلما۔ (میں معلم بنا کر بھیجا گیا)۔ أوذیت فی الله ما لم یو د أحد قبلی یعنی راہ خدا میں مجھ سے زیادہ اذیت وتکلیف کسی اور کو نہیں دی گئی۔ ظلم سہتے رہے، اذیت برداشت کرتے رہے۔ جور وجفا کے نشتر سے لہولہان ہوتے رہے، لیکن اپنے تبلیغی مشن کو ہمیشہ آگے بڑھاتے رہے اور بالآخر کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔

دعوت وتبلیغ کے میدان میں آپ کی کامیابیوں کا راز دراصل آپ کا مخصوص طرز بیان، دعوتی لب ولہجہ اور وہ پرکشش تبلیغی اسلوب تھا، جسے اپنا کر ہر دور میں مصلحین ومبلغین اور دعاۃ وواعظین کامیاب ہوتے اور ان شاء اللہ قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

پیغمبرانہ بصیرت، نبوی فراست اور تبلیغی عزم وولولہ کے ساتھ آپ کے اچھوتے دعوتی اسلوب اور جاذبِ قلب ونظر طریقۂ تبلیغ نے ایک انقلابِ عظیم برپا کیا۔

دنیا کی ہر زبان وادب میں (خواہ وہ نظم ہو یا نثر) دو چیز کافی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ ایک موآد، دوم اسلوبؔ۔ کیا کہنا ہے اور کیا لکھنا ہے؟ یہ مواد ہے۔ اور کس طرح لکھنا ہے اور کیسے کہنا ہے؟ یہ اسلوب ہے۔ مواد واسلوب، نظم ونثر کے علاوہ وعظ وارشاد اور تقریر وخطابت میں بھی بڑا اہم رول ادا کرتا ہے۔

آپ ﷺ کی ہدایت وتعلیمات میں موآد واسلوبؔ کی جاذبیت ہر جگہ نظر آتی ہے اور قارئین وسامعین کو مسحور کر دیتی ہے۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ من جانب اللہ ''جوامع الکلم''

کے اعجاز سے سرفراز کیے گئے تھے۔فصاحت وبلاغت کے موتی لٹانے والے پیغمبر کی ہر بات ”خیر الکلام ماقل ودل“ کا نمونہ ہوتی۔موقع ومحل کی مناسبت سے آپ تکلم فرماتے،اور مقامات واحوال کی رعایت کرتے ہوئے نت نئے تبلیغی اسلوب اور دعوتی طریقے بروے کارلاتے۔”دعوت وتبلیغ کانبوی اسلوب“یہ سیرت طیبہ کاایک اہم باب ہے۔

اردو زبان میں خاص اس موضوع پر مستقل اور تفصیلی کتاب اب تک راقم کی نظر سے نہیں گذری ہے۔البتہ مضامین لکھے گئے ہیں۔

آج جب کہ دعوت وتبلیغ کا کارواں پہلے سے زیادہ منظّم ہو چکا ہے۔مختلف دعوتی تحریک اور تبلیغی تنظیم وجود میں آچکی ہے،اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت تھی۔

محب گرامی مولانا حافظ وقاری محمد آزاد عالم مصباحی دام ظلہ العالی نے اس موضوع پہ قلم اٹھاکر ایک بڑی دعوتی ضرورت کی تکمیل کی ہے۔اللہ عزّوجلّ اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق ارزاں فرمائے۔

احقر نے از اول تا آخر کتاب کا مطالعہ کیا اور حسب لیاقت الفاظ وعبارات کی تصحیح کی۔مولانا موصوف میدان تصنیف وتالیف کے نووارد مسافر ہیں۔یہی وجہ ہے کہ زبان وبیان اور اظہارِ مدّعا میں ابھی پختگی نہیں آپائی ہے۔تاہم یہ ایک عمدہ کاوش ہے۔

مولانا آزاد مصباحی جامعہ اشرفیہ،مبارک پور کے ایک باصلاحیت،محنتی اور اپنے سینے میں قوم وملت کا سچا درد رکھنے والے طالب علم ہیں۔تبلیغی ذہن اور تحریکی مزاج رکھتے ہیں۔مستقبل میں ان سے ہماری بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے تبلیغی عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور آپ کے علم وعمل اور عمر واقبال میں برکتیں عطافرمائے۔آمین

دعاگو

محمد طفیل احمد مصباحی

سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ،مبارک پور

۸؍فروری ۲۰۱۶ء

قول وعمل میں یکسانیت

یہ عنوان اسلامی نظام دعوت و تبلیغ میں جان اور روح کی حیثیت رکھتا ہے، مرشد کائنات، معلم انسانیت ﷺ کی دعوت و تبلیغ اور تعلیمات ہمیشہ کے لیے ہے، پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی صرف خیر القرون تک کے لیے محدود نہیں تھی بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ لہٰذا تعلیمات نبوی کی اہمیت وافادیت ہمیشہ مسلّم رہی ہے اور آج بھی وہ سالکین رشد وہدایت کے لیے خضرِ راہ ہیں۔ آپ ﷺ ساری زندگی دعوت و تبلیغ کے لیے جدوجہد فرماتے رہے۔ اور صحابۂ کرام کو بھی اس کی تلقین فرماتے رہے، جیساکہ ذیل کے واقعے سے واضح ہوتا ہے:

ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی "رستم مدائن سے چل کر سباط میں ٹھہرا ہے"۔ تو حضرت سعد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی، وہاں سے جواب آیا کہ لڑائی سے پہلے کچھ لوگ سفیر بن کر جائیں اور ان کو اسلام کی رغبت دلائیں۔ چناں چہ حضرت سعد نے سرداران قبائل میں سے چودہ نام ور اشخاص کو منتخب کیا جو مختلف صفتوں کے لحاظ سے تمام عرب میں یکتائے روزگار تھے، ان میں سے چند یہ ہیں، عطاء بن حاجب، اشعث بن قیس، مغیرہ بن شعبہ اور مغیرہ بن زرارہ وغیرہ یہ بزرگ عقل و تدبیر اور حزم واحتیاط اور سیاست میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ اسی طرح دیگر مجاہدین اسلام موقع بموقع تبلیغ اسلام کرتے گئے۔ اور یہ تمام مجاہدین اپنے عمل وکردار اور رفتار وگفتار سے غیر مسلموں پر اس طرح اثرانداز ہوئے کہ وہ خود بخود اسلام کی جانب کھنچے چلے آئے۔ (دینی دعوت: ص، ۹۱)

لہٰذا آپ ﷺ نے جس چیز کی تعلیم لوگوں کو دی، پہلے اس پر خود عمل کر کے دکھایا، آپ نے ہمیشہ مجمع عام میں جو کچھ فرمایا اور کرنے کی تلقین فرمائی، تنہائیوں میں خود بھی اس پر عمل پیرا نظر آئے جس کی وجہ سے لوگ متاثر ہو کر دعوت حق کو قبول کرتے گئے۔ آپ کے قول وعمل میں یگانگت کا ہی نتیجہ تھا کہ عرب نے آپ کی دعوت کو سمجھ لینے کے بعد اس کو قبول کر نے میں کوئی دریغ نہ کیا۔ داعیِ اعظم ﷺ کی سیرت طیبہ کا یہ باب آج بھی ہمارے لیے مینارۂ

ہدایت اور لائق اتباع ہے۔ آپ ﷺ دن میں تبلیغ دین میں مصروف رہتے، اور راتوں کو عابد شب زندہ دار نظر آتے۔ اتنا طویل سجدہ ور کوع فرماتے کہ پاے اقدس میں ورم آجاتا، حالاں کہ آپ معصوم تھے، اور آپ کو اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

دعوت وتبلیغ میں داعی کی شخصیت کلیدی حیثیت رکھتی ہے، دعوت وتبلیغ کے میدان میں وہی شخص کما حقہ کامیاب ہو سکتا ہے جس کے اعمال و کردار اس کے اقوال و گفتار کے مطابق ہوں، کیوں کہ قوم و ملت کے ذہن و فکر میں انقلاب برپا کرنے والی جو سب سے اہم چیز ہے وہ داعی کا اخلاق و کردار اور ان کے قول و عمل میں یکسانیت ہے ان ہی لوگوں کی باتیں فوری طور پر مدعو کے قلب میں جگہ بناتی ہیں، جن کے اقوال واعمال میں یگانگت ہوتی ہے۔ قول و عمل میں یکسانیت کی اہمیت دعوت وتبلیغ میں کیا ہے؟ وہ رسول اللہ ﷺ کے طرز تبلیغ سے معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے قول و عمل کی یکسانیت کو اولیت دی اور اظہار دعوت سے پہلے اپنی قوم سے اپنے کردار و گفتار اور افعال کی صحت کی ضمانت لے لی، اس کے بعد دعوت کا کام شروع کیا، اس لیے ایک داعی کو چاہیے کہ میدان دعوت و عمل میں قدم رکھنے سے پہلے اپنے افعال و کردار کا جائزہ لے اور اگر کوئی کمی ہو تو دعوت دینے کے ساتھ ساتھ خود بھی اس پر عمل کرنا شروع کر دے تاکہ مستقبل میں کسی کو انگشت نمائی کا موقع ہاتھ نہ آئے۔

لہٰذا پیغمبر اسلام کا یہ دعوتی اسلوب عہد حاضر میں علما و مشائخ کے لیے نمونہ عمل ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ کس حد تک انجام دے رہے ہیں اور اس مسئلے میں ہم کتنے حساس ہیں۔ ہمارے اعمال وافعال میں کس قدر یکسانیت ہے اور ہمارے احوال و کردار سے عوام کتنے مطمئن ہیں۔ ہمارے قول و عمل میں کس قدر تضاد ہے کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ حالاں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ" (سورہ الصف:۶۱/۲) اس بات کا حکم کیوں دیتے ہو جس کو خود نہیں کرتے۔ دوسری آیت "فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ" (سورہ شوریٰ: ۴۲/۱۵) اے محبوب!

لوگوں کو دعوت دیجیے اور اپنی دعوت پر استقامت اختیار کیجیے۔ حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی شب میں دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: جبرئیل یہ کون لوگ ہیں ؟ انھوں نے عرض کیا: یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ ہیں جو لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے یعنی خود نیک کام نہ کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ: ص:٤٣٨،باب الأمر بالمعروف)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس کی آنتیں فوراً پیٹ سے نکل کر آگ میں گر پڑیں گی پھر وہ انھیں پیسے گا یعنی ان کے گرد چکر لگائے گا جیسے پن چکی کا گدھا آٹا پیستا ہے تو دوزخی یہ دیکھ کر اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے اے فلاں! تیرا کیا حال ہے یعنی یہ تو کیا کر رہا ہے ؟ کیا تو ہم کو نیک کام کرنے اور برے کام سے باز رہنے کا حکم نہیں دیتا تھا؟ وہ کہے گا ہاں! میں تم کو نیک کام کرنے کا حکم دیتا تھا اور خود اس کو نہیں کرتا تھا اور برے کام سے تم کو روکتا تھا اور خود اس کو کرتا تھا۔ (متفق علیه،مشکوٰۃ ص:٤٣٦،باب الامر بالمعروف)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کے تحت فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو امر و نہی کرنا اور خود اس پر عمل نہ کرنا موجب عذاب ہے۔ لیکن یہ عذاب عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے امر و نہی کی وجہ سے نہیں ہے اس لیے کہا گیا کہ اگر امر و نہی بھی نہیں کرے گا تو دو واجب ترک کرنے کے سبب اور زیادہ مستحق عذاب ہوگا۔ (انوار الحدیث،ص،۳۳۹،۳۴۰)

دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے وقت داعی کو چاہیے کہ وہ اسلام کی مثبت تعلیمات کو اپنا عنوان سخن بنائے۔ متنازع اور مختلف فیہ مسائل سے ابتدا میں دور رہے۔ کسی ایسے موضوع کو

دعوت و تبلیغ کا موضوع نہ بنائے جو کسی خاص مسلک و مشرب کا داعی ہو۔ سوچ ہمیشہ منفی کی بجائے مثبت رکھے۔ دعوت و تبلیغ کا دائرہ صرف اپنوں تک محدود نہ رکھے۔ بلکہ عوام و خواص، اپنے، بیگانے، فاسق و فاجر اور کفار و مشرکین کو بھی دعوت حق دے کر اسلام کی طرف بلائے، جیسا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے سلطنت روم و فارس کے حکمرانوں کو بلا خوف لومۃ لائم دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔

تبلیغ میں تدریج کا لحاظ ضروری ہے

آج دنیا کے مختلف ممالک میں جس اسلوب کا چلن عام ہے اور دعوت و تبلیغ کا جو نظام جاری ہے وہ اپنی بعض خرابیوں کی بنیاد پر اگر چہ انتہائی قابل اصلاح ہے، لیکن طویل تجربات ومشاہدات سے اور مخاطب کی نفسیات کے مطالعے کی روشنی میں چند ایسے رجحانات ابھر کر سامنے آرہے ہیں جو عقل سے بعید ہیں وہ یہ کہ تبلیغ دین کے لیے اپنے مخاطبین کے مزاج وفکر سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے، کیوں کہ دعوت دین کا وہ اسلوب جو گذشتہ ادوار میں رائج تھا، وہ ان زمانوں کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ تھا، لیکن اب دور جدید میں اس کے ساتھ ساتھ دیگر ان اسلوبوں کو بھی اپنانے کی ضرورت ہے جو موجودہ نسلوں کے لیے کارگر ثابت ہوں۔

اگر مخاطب کو کسی امر کا حکم دینا یا روکنا ہو تو براہ راست یک بارگی حکم نافذ نہ کرے بلکہ سب سے پہلے اس کی خامیاں اجاگر کرے، اس کے نقصان دہ پہلو کو منفعت کے پہلو پر راجح کر کے دکھائے اور دین و دنیا کے اعتبار سے اس کے مضر اثرات اور اس کے بھیانک نتائج سے روشناس کرائے پھر جب عوام الناس کے دلوں میں اس کے نقصانات واضح ہو جائیں اور ذاتی طور پر سامعین اس کے مضر اثرات کو فوائد پر ترجیح دینے اور اس سے نفرت کرنے لگیں تب اس سے بالکلیہ بچنے اور پرہیز کرنے کا حکم لگائے، جیسا کہ اس امر میں ہمیں کلام اللہ سے سبق ملتا ہے کہ پروردگار عالم کو جب شراب حرام کرنا اور امت مسلمہ کو اس کی ہلاکت خیزیوں سے بچانا مقصود

ہوا تو اولاً اس کی خامیاں اجاگر فرمائیں اور نقصانات کو فوائد پر راجح کر کے دکھایا، چناں چہ ارشاد ربانی ہے ''یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُل فِیهِمَا اِثمٌ کَبِیرٌ وّ مَنَافِعُ لِلنّاسِ وَاِثمُهُمَا اَکبَرُ مِن نّفعِهِمَا''۔(البقرہ:۲/۱۱۹)

ترجمہ: تم سے شراب اور جوے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔(کنزالایمان)

احکام شرع پر عمل کرنے کے اخروی فوائد کے ساتھ انھیں اس کے دنیوی فوائد بھی بتائے جائیں اور بزرگوں کے احوال وواقعات سے اس کی مثالیں بھی پیش کی جائیں، کیوں کہ عصر حاضر میں انسان بغیر فائدے کے کچھ کرنا نہیں چاہتا، اگر کرتا بھی ہے تو نفع عاجل کی فکر زیادہ کرتا ہے۔

جب مخاطب کو معلوم ہوگا کہ احکام شرع پر عمل کرنے سے صرف آخرت نہیں بلکہ دنیا بھی روشن و تابناک ہو جائے گی تو ضرور اس کے دل میں رغبت پیدا ہوگی۔ انھیں باتوں کے مد نظر سرکار دوعالم ﷺ تعلیم میں تدریج کو پسند فرماتے تھے، چاہے جتنا اہم سے اہم مسئلہ کیوں نہ ہو، تھوڑی تھوڑی تعلیم دیتے تاکہ متعلم اس سے قریب تر ہو جائے، یاد کرنے اور افہام میں دشواری پیدا نہ ہونے پائے، اکتاہٹ محسوس نہ ہو، آپ ان تمام باتوں سے اجتناب فرماتے جو دعوت وتبلیغ میں مزاحم ہوتی، اس تعلق سے حدیث پاک بھی ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے، اور ہم لوگ کڑیل جوان تھے، تو آپ ﷺ نے ہمیں پہلے ایمان کی تعلیم دی، قبل اس کے کہ ہم قرآن کی تعلیم حاصل کریں، پھر ہم نے قرآن کی تعلیم حاصل کی، تو ہمارا ایمان زیادہ مستحکم ہوگیا''(ابن ماجه،باب في الإيمان،ص:۷،مكتبة بلال، ديو بند)

بخاری ومسلم کی روایت اس طرح ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن بھیجا اور فرمایا: بے شک تم ایک ایسی قوم سے ملنے والے ہو جو اہل کتاب ہے، تو انھیں دعوت دو اس بات کی شہادت کی جانب کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں

اللہ کا رسول ہوں، تو اگر وہ لوگ اس بات کو مان لیں، تو انھیں اس بات کی تعلیم دو کہ ان پر صدقہ فرض ہے، تو ان کے مال داروں سے لو، اور ان کے فقرا پر تقسیم کرو، پھر اگر وہ لوگ اس بات کو بھی مان لیں، تو ان کے اچھے مال سے بچو، اور مظلوم کی بد دعا سے ڈرو، کیوں کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔(مسلم شریف، ج:۱، کتاب الایمان، ص:۳٦، مجلس البرکات)

امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، محمد بن فضیل سے مروی ہے، انھوں نے عطا سے اور وہ ابن سائب ہیں، انھوں نے ابی عبدالرحمٰن سے وہ سلمٰی مقری ہیں، انھوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کیا رسول ﷺ کے صحابہ میں سے وہ جنھوں نے ہمیں پڑھایا، وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے دس آیتیں پڑھے ہوئے تھے، تو وہ لوگ دوسری دس آیتوں کی تعلیم نہ لیتے یہاں تک کہ وہ جان لیتے جو اس میں ہو تا علم و عمل سے۔(مسند احمد بن حنبل، باب حدیث رجل من اصحاب النبی ﷺ)

شقیق سے ابن مسعود نے کہا انھوں نے کہا کہ ہم سے کوئی شخص جب دس آیتوں کی تعلیم حاصل کرتا، تو اس وقت تک اس سے آگے نہ بڑھتا جب تک کہ اس کے معانی جان نہ لیتا اور اس پر عامل نہ ہو جاتا۔(طبری)

خلاصۂ کلام یہ کہ دعاۃ و مبلغین کو ہمیشہ میانہ روی اختیار کرنی چاہیے تاکہ بیانات سننے میں لوگوں کی چاہت باقی رہے اور جو کچھ بیان کیا جائے اسے قلوب میں محفوظ کرکے عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور لوگ اطمینان و سکون کے ساتھ بیان سنیں اور اکتاہٹ محسوس نہ کریں، اس سے ہم اپنے مقاصد میں بخوبی کامیاب ہو سکتے ہیں، صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہفتہ میں ایک دفعہ وعظ سناؤ، اگر نہ مانو تو دو دفعہ اور بہت ہی کرو تو تین بار۔ اس قرآن سے لوگوں کو اکتا نہ دو، میں تمھیں ہرگز ایسا نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی کسی قوم پر پہنچے جو اپنی عبادت میں مشغول ہوں تو وعظ شروع کرکے ان کی عبادت کاٹ دو، کیوں کہ تم انھیں اکتا دوگے، بلکہ خاموش رہو جب وہ خود عرض کریں تو انھیں حدیث سناؤ جب کہ وہ شوق رکھتے ہوں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: "یعنی روزانہ وعظ نہ سناؤ، ہفتہ میں ایک یا دو تین بار سناؤ، پھر اتنی دیر تک وعظ نہ سناؤ کہ لوگ سیر ہو جائیں اوران کا شوق ختم ہو جائے"۔(دعوت نمبر:ص:۴۰۹)

اوقات واحوال کی پاسداری

عوام الناس کی تعلیم وتربیت اور تبلیغ کی اثر انگیزی میں دعاۃ ومبلغین کی اپنی شخصیت اور اس کے ذاتی اوصاف کا اہم رول ہوتا ہے۔ عوام شعوری یا غیر شعوری طور پر برابر ان سے متاثر ہوتے رہتے ہیں اور یہ تاثر اتنا گہرا ہوتا ہے کہ زندگی بھر نمایاں طور پر محسوس کیا جاتا ہے۔

تبلیغ دین اور اسلامی تعلیمات کے لیے اپنے مخاطبین کے مزاج وفکر سے باخبر ہونا،ساتھ ہی احوال واوقات کی پاسداری بھی ضروری ہے، زیادہ دیر تک وعظ ونصیحت نہیں کرنی چاہیے کہ طبیعت گھبرانے لگے اور اکتاہٹ محسوس ہونے لگے، تمام شرکا کا خیال ضروری ہے کیوں کہ بعض لوگ بیماری کے شکار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے زیادہ دیر تک بیٹھ نہیں سکتے،ساتھ ہی ساتھ موسم سرما، گرما اور برسات وغیرہ کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ ورنہ ان چیزوں کے بغیر بڑے سے بڑے دعاۃ ومبلغین کی دعوتیں بے سود ہو جاتی ہیں،اور انھیں خبر تک نہیں ہو پاتی،اس لیے دعوت وتبلیغ کے لیے مناسب اوقات واحوال کا انتخاب کرنا ضروری ہے۔ تاکہ دعوت زیادہ سے زیادہ موثر ہو اور عوام کو خاطر خواہ فائدہ بھی حاصل ہو۔

عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں نصیحت فرماتے تھے بعض دنوں میں اور بعض دنوں میں ہم پر شفقت فرماتے، تاکہ اکتاہٹ محسوس نہ ہو۔(مسلم شریف، ج:۲،کتاب التوبة،باب الاقتصادفی الموعظة،ص:۳۷۷،مجلس البرکات)

بخاری کی روایت ہے کتاب العلم میں (باب من جعل لاهل العلم ایام معلومات)اور مسلم میں بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ ہر جمعرات لوگوں کو وعظ فرماتے تھے،تو

ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابو عبد الرحمٰن! (یہ عبد اللہ ابن مسعود کی کنیت تھی) ہم آپ کی بات پسند کرتے ہیں، اس کی خواہش رکھتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم سے ہر روز حدیث بیان کریں، تو انھوں نے فرمایا: مجھے ایسا کرنے سے یہ چیز مانع ہے کہ میں تمھیں اکتاہٹ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ یقیناً سرکار دوعالم ﷺ وعظ ونصیحت میں ہمارے لیے ایام کا خیال رکھتے تھے کہ کہیں ہمارے دل گھبرانہ جائیں۔ (مسلم شریف،ج:۲،کتاب التوبة،باب الاقتصاد فی الموعظة،ص:۳۷۷،مجلس البرکات)

کتاب العلم میں بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو نصیحت نہیں فرماتے تھے وعظ کے ذریعہ تو کیسے نہ متنفر ہوتے، دوسری کتاب جہاد میں: مروی ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آسانی برتو، سختی نہ کرو، خوشخبری دو، متنفر نہ کرو۔

اور مسلم میں اس طرح ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ میں سے کسی کو بعض معاملے کے لیے بھیجتے تو فرماتے: خوش خبری دو، متنفر نہ کرو، آسانی برتو، سختی نہ کرو۔ (مسلم شریف،باب فی الامر بالتیسر وترک التنفیر)

ظاہر سی بات ہے کہ جو معلم ہوگا وہ مخاطبین وسامعین کے مزاج وطبیعت سے بخوبی آشنا ہوگا، اس سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ سرکار علیہ السلام فصاحت وبلاغت، استعارہ وکنایہ وغیرہ سے عاری تھے (معاذاللہ) جیسا کہ چند بے عقلوں کا خیال ہے، بلکہ حضور علیہ السلام کے جملے فصاحت وبلاغت، استعارہ وکنایہ اور اتنے مرصع ومسجع ہوتے تھے کہ بڑے بڑے ادبا اور فصحا وبلغا حیران رہ جاتے، جس کی ترجمانی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس شعر سے ہوتی ہے ع

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ فصاحت وبلاغت کے پیکر تھے، پڑھے لکھے طبقے کو اسی انداز میں تبلیغ فرماتے اور اتنے کم وقتوں میں اپنے مافی الضمیر کو ادا کرتے کہ سامعین حیران رہ جاتے، یہ سب آپ

کی فصاحت وبلاغت کا کمال تھا۔ جیسا کہ آپ مندرجہ ذیل حدیث پاک سے اندازہ لگا سکتے ہیں:

بخاری ومسلم کی روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جب میں اس پر عمل کروں، تو جنت میں داخل ہو جاؤں، سرکار نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز قائم رکھو، مفروضہ زکاۃ کو ادا کرو اور رمضان کا روزہ رکھو، پھر فرمایا: نہ کبھی اس پر زیادتی کرو اور نہ کمی۔ جب وہ شخص پیچھے رہ گیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو خوش کرنے کے لیے کہ کسی شخص کو اہل جنت میں سے کسی کو دیکھنا ہو تو اس شخص کی طرف دیکھے۔ (مسلم شریف، ج:۱، کتاب الإیمان، باب السوال عن أرکان الإسلام، ص:۳۱، مجلس البرکات)

بخاری ومسلم کی روایت میں ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا، کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانا کھلاؤ اور سلام پھیلاؤ جس کو جانتے ہو اور جس کو نہیں ان میں بھی۔ (بخاری شریف، ج:۱، کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام من الإسلام، ص:۹، مجلس البرکات)

مسلم کی روایت میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوا اور کہا: کون سا مسلمان بہتر ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (مسلم شریف، ج:۱، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام وأيُّ أموره أفضل، ص:۴۸)

اس طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، دیکھنے میں تو مذکورہ حدیثیں بظاہر الگ الگ معلوم ہوتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سائل جس مزاج اور جن حالات میں آکر سوال کرتا، آپ بالکل اس کے مزاج کے مطابق جواب عنایت فرماتے۔

خود سوال کر کے جواب دینا

یوں تو دعوت و تبلیغ کے مختلف طریقے ہیں، لیکن حالات کے اعتبار سے جو بھی طریقہ سازگار اور مؤثر ثابت ہو اسے اختیار کرنا چاہیے، انھیں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دعاۃ و مبلغین حضرات کو چاہیے کہ وہ مخاطبین اور سامعین سے خود سوال کریں پھر خود ہی جواب دیں، تاکہ سامعین حضرات جواب دینے کے تو نہیں کم از کم سوال کرنے کے ہی عادی ہو جائیں، اس باب میں سرکار ﷺ کا یہی طریقہ تھا کہ صحابہ سے سوال کرتے یا کبھی ادھوری بات ہی پیش فرماتے گویا پوری طرح سے صحابہ کے تجسس کو ابھارتے تھے۔ پھر کسی شیٔ کے بارے میں سوال فرماتے حالاں کہ آپ اس کو جانتے پھر بھی آپ ان سے سوال فرماتے تاکہ ان کی ذہانت اور تجسس کو ابھاریں اور ان کی ذہانت میں اضافہ فرمائیں، اور ان کے بنجر دل کو علم سے سیراب فرماتے، تاکہ وہ خبر دے اس علم کا جو اس کے پاس ہے۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے، پس دار کھجور لائی گئی، تو سرکار ﷺ نے کھاتے ہوئے فرمایا: بے شک درختوں میں سبز درخت کھجور کا درخت ہے ضرور اس کی برکت مسلم کی برکت کی طرح ہے، نہ اس کے پتے گرتے ہیں اور نہ ہی بکھرتے ہیں، وہ ہر وقت اپنا پھل اپنے رب کی اجازت سے دیتا ہے، اور بے شک وہ مسلم کی طرح ہے، تو تم مجھے بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟

عبداللہ بن عمر نے کہا پس لوگ بوادی کے درخت میں الجھ گئے، لوگوں نے کہا کہ یہ فلاں درخت ہے، یہ فلاں درخت ہے، اور میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، میں کہنا چاہ رہا تھا۔ دیکھا کہ قوم کے تجربہ کار لوگ موجود تھے تو میں کہنے سے ڈر رہا تھا؛ کیوں کہ میں نوجوان لڑکا تھا، پھر میں متوجہ ہوا جب کہ میں دس سال کا تھا اور قوم کا سب سے چھوٹا اور ان سے بیان کروں، مگر میں نے ابوبکر و عمر کو گفتگو کرتے نہیں دیکھا تو میں خاموش ہو گیا۔

جب ان دونوں نے کچھ نہیں کہا تو لوگ بولے یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں بتائیے وہ کیا چیز ہے؟ تو سرکار ﷺ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

جب ہم کھڑے ہوئے تو میں نے اپنے والد عمر سے کہا بخدا! اے میرے والد! یقیناً میں نے اپنے دل میں خیال کیا تھا کہ وہ کھجور ہے، تو انھوں نے فرمایا تمھیں کس چیز نے کہنے سے روکا، کہا میں نے آپ لوگوں کو بولتے نہیں دیکھا، نہ ہی آپ کو نہ ہی ابو بکر کو اور میں تو ایک نوجوان لڑکا ہوں، میں نے شرم محسوس کی اور ناپسند کیا کہ کچھ بولوں یا کچھ کہوں اس لیے میں خاموش رہا، تو حضرت عمر نے فرمایا کہ ضرور تمھارا کہنا ہمارے لیے زیادہ محبوب ہوتا میرے فلاں فلاں کہنے سے۔ (مسلم شریف، ج:۲، کتاب التوبة، باب مثل المؤمن مثل النخلة، ص:۳۷۵، مجلس البرکات)

عقلی موازنہ

دعاۃ و مبلغین کے لیے ضروری ہے کہ مخاطب کی عمر، ضروریات، مزاج اور نفسیاتی کیفیت اور خاص طور سے عقل کے اعتبار سے انھیں دعوت دیں تاکہ بات بآسانی سمجھ میں آئے۔ نہ کہ شدائد و مشکلات میں مبتلا کر کے انھیں بد دل و مایوس کر دیا جائے، کیوں کہ حدیث پاک ہے۔

یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا، " آسانیاں بہم پہنچاؤ، شدائد میں مبتلا نہ کرو، خوش خبری دو اور متنفر نہ کرو"۔ (بخاری شریف، ج:۱، ص:۱٦، مجلس البرکات)

اور عربی کا مشہور مقولہ بھی ہے: کلموا الناس علی قدر عقولهم

"لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو" (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، ج:۹، ص:۳۷۳)

سرکار ﷺ کے طریقۂ تعلیم میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بسا اوقات سوال و جواب کے طریقہ سے تعلیم دیتے تاکہ مخاطب کی دانائی میں اضافہ ہو، کند ذہنیت ختم ہو جائے اور وہ حق کی طرف راغب ہو جائے۔

عقلی موازنہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ حدیث پاک کی روشنی میں اس کی وضاحت

ملاحظہ کریں:

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دیجیے، تو جب قوم کے لوگوں نے اس کی بات کو سنا تو چند افراد آئے اور اسے زجرو توبیخ کرنے لگے اور کہا خاموش ہوجاؤ، خاموش ہوجاؤ۔ تو سرکار ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، تو سرکار ﷺ نے اس کو قریب کیا وہ بیٹھ گیا، پس سرکار ﷺ نے اس جوان سے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں تمھیں جن کے بارے میں حکم دوں وہ تمھاری ماں ہو، تو اس نے کہا نہیں بخدا یارسول اللہ ﷺ! میں آپ پر قربان اللہ نے مجھے اسی لیے بنایا، پھر سرکار ﷺ نے فرمایا: جس طرح تم پسند نہیں کرتے اسی طرح دوسرے لوگ بھی اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی مائیں ہوں، کیا تم اس کو اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو کہا نہیں بخدا یارسول اللہ ﷺ میری جان آپ پر قربان تو سرکار ﷺ نے فرمایا: تو لوگ بھی اس کو اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔

پھر سرکار ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کو اپنی بہن کے لیے پسند کرتے ہو تو اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں اسے پسند نہیں کرتا یارسول اللہ! میری جان آپ پر قربان تو سرکار ﷺ نے فرمایا تو لوگ بھی اس کو اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔

اسی طرح سرکار ﷺ یکے بعد دیگرے پھوپھی، خالہ وغیرہ وغیرہ کے بارے میں پوچھتے رہے، اور وہ شخص یہی جواب دیتا رہا۔

راوی فرماتے ہیں رسول ﷺ نے اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ رکھا، پھر فرمایا اے اللہ! اس کے گناہ کو بخش دے، اس کے دل کو پاک کردے اور اس کے فرج کو مضبوط و مستحکم بنا دے تو وہ جوان ہونے پر افسوس کرنے لگے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج:۵، ص:۲۵٦، حدیث: ۲۲۲٦۵، موسسۃ قرطبہ، قاہرہ)

دیکھا آپ نے سرکار ﷺ نے کس طرح اس شخص کے دل سے زنا کی خواہش کو جڑ

سے ہی ختم کردیا، اپنے طریقۂ کلام اور عقلی موازنہ کے ذریعہ زنا کی حرمت زانی اور زانیہ کے تعلق سے وعید والی آیتوں کو ذکر کیے بغیر، تو دیکھا آپ نے کہ اس جوان کے دل سے بروقت سرکار ﷺ نے اس کے تصورات وجذبات کو کیسے ختم کردیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دعاۃ بعض وقتوں اور بعض لوگوں کے بارے میں اپنی عقل سے رہ نمائی حاصل کریں جب حالت اس جوان کی اس طرح ہو جس کے دل کو سرکار ﷺ نے زنا سے بالکل پاک کردیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کے وقت مصلیان عید کی طرف نکلے تو آپ نے عورتوں کی جماعت کو دیکھا ان کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم لوگ صدقہ کرو، کیوں کہ میں نے تم میں سے اکثر کو دوزخ میں دیکھا ہے، تو عورتوں کی جماعت نے کہا، کیوں یا رسول اللہ! تو سرکار ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو، کیوں کہ میں نے تم میں سے کسی کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ عقل مند آدمی کے عقل کو کھا جاتی ہو اپنے ناقص عقل اور دین کے ذریعہ تو عورتوں کی جماعت نے کہا ہمارے عقل اور دین میں کیا نقصان ہے یا رسول اللہ؟ تو سرکار ﷺ نے فرمایا: کیا عورتوں کی گواہی مردوں کے مقابلے میں نصف نہیں ہے؟ تو عورتوں کی جماعت نے کہا، کیوں نہیں، تو سرکار نے فرمایا: یہی تمھارے عقل کی کمی ہے، کیا جب تم حائضہ ہوتی ہو تو نماز روزہ سے رکی نہیں رہتی ہو؟ تو ان عورتوں نے کہا، کیوں نہیں یا رسول اللہ! تو سرکار ﷺ نے فرمایا: یہی تمھارے دین کی کمی ہے۔(صحیح البخاری، ج:۱، ترك الحائض الصوم، ص:٤٤، مجلس برکات)

قیاس اور تمثیل کا طریقہ

مبلغ کائنات سرکار دو عالم ﷺ اپنے اصحاب کو قرآن وحدیث کے علاوہ شریعت

اسلامیہ کے احکام کی تعلیم قیاس اور تمثیل کے ذریعہ بھی فرماتے تھے، ان کے لیے اس کی علت بھی بیان فرماتے تھے، جب صحابۂ کرام پر شریعت کا کوئی معاملہ مشتبہ ہو جاتا اور اس کے احکام مشکل و دشوار ہو جاتے تو ان کے لیے اس معاملے کی بالتفصیل وضاحت فرماتے جس معاملے میں انھیں شک وشبہہ ہوتا، اور جس کے سمجھنے میں پیچیدگی ہوتی جس سے ان کے لیے ان قیاسوں میں شریعت کے راستے اور مقاصد کی معرفت ہوتی، اس طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مقاصد بعیدہ کو بآسانی سمجھ لیتے۔

اس تعلق سے چند احادیث کریمہ مندرجہ ذیل ہیں:

بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، وہ حج نہ کر سکی، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا، تو کیا میں اپنی ماں کی طرف سے حج کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو، بھلا بتاؤ کہ اگر تمھاری ماں کے ذمہ قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟ تو اس عورت نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے اس حق کو ادا کرو جو تمھاری ماں کے ذمہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح البخاری، ج:۱ ،باب الحج والنذر عن المیت والرجل یحج عن المرأۃ، ص:۲۵، مجلس برکات)

مسلم کی روایت میں ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اہل ثروت حضرات اجر میں آگے بڑھ گئے، وہ ویسے ہی نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ ویسے ہی روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں اور اپنے اس مال کو صدقہ کرتے ہیں جو ان کی ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کوئی ایسی چیز نہیں بنایا جسے ہم صدقہ کریں؟ فرمایا: بے شک ہر تسبیح، ہر تکبیر، ہر تحمید، اور ہر تہلیل صدقہ ہے، اسی طرح بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور تم میں سے ہر ایک کا بضعہ صدقہ ہے۔

تو صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کسی کو حلال شہوت آئے تو کیا اس کے

لیے کوئی اجر ہے ؟تو سرکار ﷺ نے فرمایا کہ بھلا اگر کسی کو حرام کاری کی وجہ سے شہوت آئے تو کیا اس حرام کاری پر گناہ نہیں ہوگا ؟اسی طرح اگر اسے حلال طور پر شہوت آئے تو اس کے لیے اجر ہے۔(الصحیح المسلم،ج:۱،ص:۳۲٤،کتاب الزکاۃ،باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علیٰ کل نوع من المعروف)

تو دیکھا آپ نے کہ سرکار ﷺ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے کس طرح قیاس عقلی سے جواب ارشاد فرمایا، دونوں معاملوں میں۔ یہاں تک کہ ان کے لیے وہ بات واضح ہوگئی جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی، تو یہ اس شہوت مشروعہ کی مثال ہے جس میں مرد لیے اجر وثواب ہے، جس کے بارے میں بہت ساری حدیثیں ہیں۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے:

حضرت سعد بن وقاص سے مروی ہے کہ رسول ﷺ سے خشک کھجور کو تر کھجور سے بیچنے کے بارے میں پوچھا گیا تو سرکار ﷺ نے اپنے ارد گرد کے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تر کھجور سوکھنے کے بعد وزن میں کم ہوجاتا ہے ؟تو صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں، تو سرکار ﷺ نے اس سے روک دیا۔ یہ بات بالکل ظاہر وباہر ہے اور نبی ﷺ اس کو جانتے بھی تھے، تر کھجور کم ہوجاتی ہے جب وہ سوکھ جاتی ہے، کیوں کہ سرکار ﷺ کی زندگی جزیرۂ عرب میں گزری جو کھجوروں کا شہر مانا جاتا ہے، اور یہ معاملہ عرب کے کسی شخص پر مخفی نہیں تھا، لیکن پھر بھی نبی ﷺ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ کیا تر کھجور سوکھنے کے بعد کم ہوجاتی ہے ؟مقصد اپنے اصحاب اور سامعین کو متنبہ کرنا تھا اور تر کھجور کو خشک سے بیچنے کے بارے میں روکنے کی علت وہ نقص (یعنی کم ہونا) ہے سوکھنے کے بعد، لہٰذا یہ جائز نہیں کہ اس کو اس کے بدلے بیچا جائے برابر سرابر کیل سے تو سرکار نے اس حکم کی علت سے انھیں آگاہ کیا جو ان پر مخفی تھی، پس یہ قاعدہ بیع و شرا میں آخری زمانے تک رہا۔(جامع الترمذی،ج:۱،ص:۱٤۷،باب ماجاءفی النھی عن المحاقلۃ والمزابنۃ،مجلس برکات/ سنن ابن ماجہ، ص:۱٦٤، باب بیع الرطب بالتمر)

زمین پر خط کھینچ کر تبلیغ کا طریقہ

موجودہ دور لٹریچر کا دور ہے۔ جہاں اپنے مخالفین کو اس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جا سکتا ہے، وہیں دین کی تبلیغ پر اپنے افکار ونظریات کی ترسیل کے لیے اس سے زیادہ مؤثر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں اس لیے اس کو اضافی کام نہ سمجھ کر بلکہ دوام برتنے کی ضرورت ہے۔ پھر یہ بھی مسلّم ہے کہ ہمارے مخاطب حضرات میں بعض قلم وقرطاس سے نہ آشنا ہوتے ہیں، تو وہاں ضرورت پیش آتی ہے نقشہ، پریکٹیکل اور تصاویر کے ذریعہ سمجھانے کی تو اس طرح کی تبلیغ مؤثر ہونے کے ساتھ ساتھ دیرپا بھی ہوتی ہے۔

بعض اوقات معلم کائنات ﷺ کا یہ انداز تبلیغ بھی رہا ہے کہ بعض امور ومعانی کی توضیح زمین اور مٹی پر خط کھینچ کر فرمائی، کیوں کہ اس طرح صحابۂ کرام باآسانی اور جلد کسی بات کو سمجھ لیتے، آیئے حدیث کی روشنی میں ایک مثال اور ملاحظہ کریں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی پھر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس لکیر کے دائیں بائیں چند لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ راستے ہیں اور ان میں سے ہر ایک راستہ پر ایک شیطان ہے جو (لوگوں کو) اپنی طرف بلاتا ہے، اور پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ”وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ اور یہ کے یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور اور راہیں نہ چلو کہ تمھیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی یہ تمھیں حکم فرمایا کہ کہیں تمھیں پرہیز گاری ملے۔(مشکاۃ المصابیح، ج:۱، ص:۳۰، مجلس البرکات)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر چار خط کھینچے، اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے ان خطوں کو کیوں کھینچا؟ تو لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان چاروں

خطوں سے ان خواتین اسلام کی جانب اشارہ ہے جو جنتی عورتوں میں سب سے افضل ہیں، وہ یہ ہیں: خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم، جو فرعون کی بیوی تھیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج:۵، ص:۷۷، رقم الحدیث:۲۹۰۱، مؤسستہ الرسالۃ، بیروت)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین پر ایک ایسا خط کھینچا جو چوکور تھا، اور درمیان میں ایک ایسا خط کھینچا جو اس سے خارج تھا، اور چند چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے جو اس خط کے بیچ میں تھے، اس جانب سے جو بیچ میں ہیں۔

پھر فرمایا: یہ انسان ہے۔ اور یہ اس کی موت ہے جو اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور وہ خط جو خارج میں تھا وہ اس کی امید ہے۔ اور یہ چھوٹے خطوط ان کے حوادثات ہیں، تو انسان اگر پہلے خط سے چوکے گا، تو اس کو ڈس لے گا، دوسرے سے چوکے گا تو وہ بھی اسے ڈس لے گا اور اگر تمام سے چوک گیا تو اس کو بڑھاپا آلے گا۔ (بخاری شریف، ج:۲، ص:۹۵۰، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطولہ، مجلس برکات/ ترمذی شریف، ج:۲، ص:۶۸، ابواب الزھد، مجلس البرکات)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خط کے معمہ کو واضح فرمادیا جو زمین پر ان کے سامنے تھے، کہ دیکھو کیسے انسان اور اس کی وسیع امیدوں کے درمیان اچانک آنے والی موت حائل ہو جاتی ہے۔ یا بیٹھا دینے والی بیماری، فنا کر دینے والا بڑھاپا آجاتا ہے، تو سرکار علیہ السلام نے ان کی امیدوں کو حقیر بتا کر اچانک آنے والی موت کی تیاریوں کی جانب ابھارا، تو یہ ہے اس مسئلہ کی وضاحت کا طریقہ جو زمین اور مٹی پر ہے، دعوت وتبلیغ کا یہ طریقہ بھی دعاۃ کے لیے مشعل راہ ہے۔

سامع کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لیے تکرار بالندا

دعاۃ ومبلغین کی بات اسی وقت مؤثر اور کارگر ثابت ہوتی ہے جب مخاطب پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہو کر متجسس ہو، یکسوئی کے ساتھ سنے اور ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ اس طرح مخاطب کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے دعاۃ ومبلغین کو چاہیے کہ اپنی باتوں کو بالکل

اچھوتے انداز اور سلیس زبان میں پیش کرے، اس کے اور بھی مختلف طریقے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک ہی ساتھ خبر، سوال اور منظر کو پیش کرے جیسے حروف مقطعات سے کلام شروع کرنا، الم، الر، طه وغیرہ۔

سوال: یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ أَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْکُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِیْمٍ. (الصف:٦١/ ١٠)

(ترجمہ) اے ایمان والو! کیا میں بتادوں وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔

اسی طرح کسی منظر کو پیش کرنا جیسے: إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا. (الزلزال:٩٩/ ١)

(ترجمہ) جب زمین تھرتھرانے کی طرح تھرتھرا دی جائے گی۔

اور بھی اس طرح کی بہت ساری آیتیں ہیں جن کو بیان کردے تو سامع بالکل حضور ذہنی کے ساتھ متکلّم کی جانب کان لگائے رہتا ہے کہ اس کے بعد کیا ہے۔

اس لیے دعاۃ و مبلغین کو چاہیے کہ پہلے سبق کے اجزا کو انفرادی طور پر اس کی خوبیوں اور فوائد کو بیان کرے تاکہ مخاطب کے ذہن کو ادھر ادھر بھٹکنے کی کوئی صورت ہی نہ ہو۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا کہ بعض وقتوں میں اپنے کلام کو مکرّر ارشاد فرماتے تاخیر سے جواب دیتے صرف اور صرف مخاطب کو تاکید کے ساتھ متوجہ کرنے اور اس بات کا اہتمام کرنے کے لیے جس کی آپ خبر دیتے ساتھ ہی ساتھ اپنی باتوں میں مبالغہ بھی فرماتے، تاکہ مخاطب اس کو بخوبی سمجھ لے اور بآسانی اسے یاد کرلے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں کسی سفر میں نبی ﷺ کا ردیف تھا، میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی مگر کجاوے کی لکڑی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! تو میں نے عرض کیا: لبیك یا رسول الله وسعدیك پھر ایک لمحہ گزر گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ! تو میں نے عرض کیا: لبیك یا رسول الله وسعدیك گویا تین مرتبہ نبی ﷺ نے ندا دی اور حضرت معاذ اپنے متوجہ ہونے کا ثبوت دیتے رہے۔

اب سرکار علیہ السلام اپنی باتوں کو پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے معاذ! کیا تم جانتے ہو

کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے۔ تو انھوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ (یعنی بندہ) اس کی عبادت کرے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے۔

پھر ایک لمحہ گزرا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! انھوں نے اپنی توجہ کا ثبوت دیتے ہوئے لبیك یا رسول اللہ وسعدیك کہا، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ (یعنی اللہ) بندوں کو عذاب نہ دے۔ (مشکوۃ شریف، ص: ۱۳/ ۱٤، کتاب الإیمان)

تو آپ نے دیکھا کہ ایک بات کہنے کے لیے کتنی بار صحابی کو متوجہ فرمایا، یہ طریقہ وعاۃ و مبلغین کو بھی اپنانا چاہیے۔

سوال ایک جواب متعدّد

نبی ﷺ باتوں باتوں میں ہی بہت سے ضروری مسائل بتا دیتے، نبی ﷺ کا یہ طریقہ بہت ہی دل چسپ، سادہ، فطری اور مفید تھا۔ نہایت بے تکلفی سے اپنا مطلب بیان فرما دیتے تھے۔ اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ جب مخاطب کوئی بات پوچھے تو اس کے ضمن میں جتنی باتیں آسکتی ہیں سب بتا دینا چاہیے نہ صرف یہ کہ جتنا پوچھا جائے اتنا ہی بتا نے پر اکتفا کرنا چاہیے۔ حدیث پاک ہے، تعلموا العلم وعلموہ الناس، "علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ"۔

مبلغین کی بتائی ہوئی جن باتوں پر لوگ عمل کرتے ہیں، تو ایسا نہیں ہے کہ صرف عامل ہی ثواب کا مستحق ہوگا بلکہ بتانے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا عمل کرنے والے کو، جیسا کہ حدیث پاک ہے، العالم والمتعلم شریکان فی الاجر (ترجمہ) عالم اور متعلم اجر میں

دونوں شریک ہیں۔(سنن ابن ماجه،ص: ۲۰)

اس ضمن میں حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پوری پیروی کی جائے یعنی گفتگو زیادہ سے زیادہ بے تکلفی کی فضا میں ہونی چاہیے تاکہ ہر ایک اپنے مافی الضمیر کو ادا کر سکے۔ البتہ شائستگی کو ہر حال میں برقرار رکھا جائے۔ پوری توجہ اور خندہ پیشانی سے بات سنی جائے۔

کیوں کہ نبی ﷺ کے طریقۂ تبلیغ میں سے یہ بھی تھا کہ سائل جتنا سوال کرتا اس سے زیادہ جواب عنایت فرماتے، جب یہ دیکھتے کہ سوال سے زیادہ جاننے کی حاجت ہے۔ سائل پر یہ نبی کریم ﷺ کی مہربانیوں کا کمال تھا، متعلمین اور متفقہین کی عظیم رعایتوں میں سے۔ اس تعلق سے حدیث پاک بھی ہے۔ جس کو امام مالک نے مؤطا اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا، تو کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم سمندری سفر کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ تھوڑا پانی ہوتا ہے، تو اگر ہم اس سے وضو کریں تو ہم پیاسے رہ جائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔(ابو داؤد،ص: ۱۱،کتاب الطهارة،باب الوضوء بماء البحر،اشرفی بك ڈپو دیو بند)

پس نبی ﷺ اس سمندری سفر کرنے والے کو سمندر کے پانی سے وضو کا حکم تو بتایا ہی کہ اس کا پانی پاک ہے اور اس سے وضو کرنا درست ہے، مزید نبی ﷺ نے اس شخص پر یہ مہربانی فرمائی کہ اس کے مردار کے بارے میں بھی بتادیا کہ کہیں اس کے مردار کا معاملہ اس پر مشتبہ نہ ہو جائے۔ کیوں کہ یہ معاملات اکثر سمندری سفر کے درمیان پیش آتے رہتے ہیں، نبی ﷺ نے اس کے لیے واضح فرمادیا کہ سمندر کے مردار حلال ہیں اس کا کھانا اور اس سے نفع حاصل کرنا درست ہے۔ یہاں غور کیجئے کہ سائل نے صرف پانی کے بارے میں پوچھا تھا مگر سرکار ﷺ نے اس کے مردار کے بارے میں بھی بتادیا۔

نبی کریم ﷺ نے جواب میں یہ زیادتی محض تقریب فہم کے لیے کیا اور سائل

(سمندری سفر کرنے والے) کے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے۔کیوں کہ بسا اوقات جان بوجھ کر یا انجانے میں اس کے کھانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو لوگ اسے کھاتے ہیں اور جمع بھی کرتے ہیں، ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اسی طرح دوسری حدیث پاک ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مقام ”روحا“میں نبی کریم ﷺ چند سواروں سے ملے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کس قوم سے تعلق رکھتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا: ہم مسلمان ہیں۔پھر ان لوگوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا، آپ کون ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں۔تو ایک عورت نے حضور ﷺ کی جانب ایک بچہ کو بلند کیا اور عرض کیا: کیا اس پر بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! لیکن اس کا اجر تمھارے لیے ہے۔(الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:٤٣١، كتاب الحج، باب صحة حج الصبي و اجر من حج به، مجلس البركات، مبارك فور)

تو دیکھیے نبی ﷺ نے اس عورت کو سوال سے زیادہ جواب عنایت فرمایا، اس عورت نے صرف بچے کے حج کے بارے میں پوچھا تھا کیا اس بچے کے لیے حج ہے یا نہیں؟ تو سرکار نے یہ جواب تو دیا ہی کہ بچے کے لیے حج ہے اور مزید یہ بھی فرمایا کہ اس کا اجر تیرے لیے ہے۔کیوں کہ عورت اس بچے کی ولیہ ہے اور اس وجہ سے کہ اس کے اس حسن فعل کی اقتدا آنے والے والدین کریں گے۔

مسئلہ کی اہمیت اور قسم باللہ کا استعمال

جب نبی ﷺ اپنے اصحاب کو تعلیم دیتے تو بعض اوقات اپنی بات میں زور پیدا کرنے، حکم میں تقویت و تاکید ظاہر کرنے اور مسئلہ کی اہمیت بتانے کے لیے اس کی ابتدا قسم سے فرماتے، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے '' کہ تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوگے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ،اور تم لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ آپس میں بھائی چارگی کے ساتھ رہو، توکیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلادوں کہ جب تم اس کو کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے ،فرمایا سلام کو پھیلاؤ، آپس میں محبت بڑھ جائے گی۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اپنے پڑوسی سے محبت نہ کرے یا یہ فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہو۔(الصحیح لمسلم،ج:۱،ص:۵۰،کتا ب الإیمان / باب الدلیل علیٰ أن من خصال الإیمان أن یحب لأخیه المسلم ما یحب لنفسه من الخیر)

(۳) ابی شریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:بخدا! وہ مومن نہیں اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ سرکار نے فرمایا کہ ''وہ شخص جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے ''.(صحیح البخاری، ج:۱،ص:۸۸۹،کتاب ا لأدب / باب اسم من لا یا من جا رہ بوا ئقه، مجلس البرکات،مبا رك پور)

حدیث پاک میں جو قسم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مذکور ہے وہ صادق اور مصدوق ہے۔ مگر تنبیہًا اس کو بیان کیا گیا سلام کی اہمیت بیان کرنے کے لیے جو کہ اسلام کا شعار ہے، آپس میں محبت اور صلہ رحمی کو مضبوط کرنے کے لیے، پڑوسی اور بھائی سے لزوم محبت پر تنبیہ کرنے کے لیے، پڑوسی کو اذیت وتکلیف دینے کی قباحت پر تنبیہ کرنے کے لیے۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے ایمان کی نفی فرمادی جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔

بغرض امتحان اپنے اصحاب سے سوال

آج سے چودہ سو سال پہلے سرزمین عرب میں ہادیِ عالم ﷺ نے دعوت وتبلیغ کے مختلف انواع واسالیب کو اجاگر کیا تھا، دعوت وتبلیغ کا ایک نبوی اسلوب یہ بھی ہے کہ اپنے اصحاب سے بغرض امتحان سوال کرتے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ آپ نے جو تعلیم دی ہے کیا اسے وہ صحیح معنوں میں محفوظ کر سکے ہیں یا نہیں۔ اور اس سے صحابۂ کرام کے ذہنوں اور فکروں کا اندازہ لگانا بھی مقصود ہوتا، پس جب صحابۂ کرام آپ کے سوال کا جواب دے دیتے تو آپ ﷺ تمام صحابۂ کرام کے سامنے ان کی تعریف فرماتے جس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی، اور ان سے محبت کا اظہار فرماتے، اس ضمن میں دو حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، جن کی کنیت ابو منذر ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو منذر! کلام مقدس کی کون سی آیت اس معاملہ میں تمھارے نزدیک زیادہ اہمیت کی حامل ہے؟ عرض کیا: کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابو منذر! کون سی آیت قرآن مقدس کی تمھارے نزدیک زیادہ اہمیت رکھتی ہے تو راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: " اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ" (پارہ:۳، سورہ بقرہ، آیت:۲۵۵،/ الصحیح لمسلم ج:۱، ص:۲۷۱، کتاب فضائل القرآن/ باب فضل سورۃ الکهف و آیۃ الکرسی، مجلس البرکات)

راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے فرمایا: اے ابو منذر! تیرا علم تجھے خوش رکھے (یعنی مبارک ہو)

(۲) ابوداؤد، ترمذی، دارمی اور قاضی وکیع حضرت معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل نے کہا جب مجھے رسول ﷺ نے یمن بھیجا تو مجھ سے فرمایا کہ اے معاذ! تمھارے سامنے کوئی معاملہ آئے گا تو کیسے فیصلہ کروگے؟ تو عرض کیا کہ میں کلام اللہ کے

ذریعہ فیصلہ کروں گا، تو سرکار ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کتاب اللہ میں اس کو نہ پاؤ تو؟ عرض کیا کہ سنت رسول کے ذریعہ فیصلہ کروں گا، اگر سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کیا کہ میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا، تو راوی کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے اپنے دست اقدس سے میرا سینہ تھپتھپایا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اس وحدہ لا شریک کے لیے جس نے رسول کے قاصد کو ایسی چیز کی توفیق عطا کی جو اللہ کے رسول کو راضی کردے (مشکاۃ، باب العمل فی القضاء، ص: ۳۲٤، مجلس البرکات، مبارک فور)

آج دعاۃ و مبلغین کو سرکار علیہ السلام کے طریقۂ تبلیغ کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے کیوں کہ لوگ مختلف اذہان وافکار کے مالک ہوتے ہیں، جس طریقہ سے وہ مطمئن ہوں شریعت کی روشنی میں انھیں طریقوں کو اختیار کرکے ان کو تبلیغ کرنی چاہیے، اور گاہے بگاہے ان کی حوصلہ افزائی بھی ضروری ہے۔ تاکہ دین کی جانب رغبت پیدا ہو، اور ان کی دل چسپی میں اضافہ ہو۔

ہاتھ یا کندھا پکڑ کے مسائل کی تنقیح وتوضیح

داعیِ اعظم ﷺ کی داعیانہ تڑپ تو دیکھیے کہ اپنے مصاحبین ومتعلقین کو جہنم کے گہرے سیاہ اور لپکتے شعلوں سے بچانے کے لیے کیسے کیسے طریقے اختیار فرماتے:

نبی کریم ﷺ بسا اوقات اپنے صحابہ کو ہاتھ اور کندھا پکڑ کے تعلیم دیتے تاکہ ان کا ذوق زیادہ سے زیادہ ابھرے اور اس چیز کا خوب اہتمام ہو جس کی آپ تعلیم فرماتے تھے، اس طرح مخاطب پوری تن دہی کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب اپنے سماعت وبصیرت اور قلب کو لگا دیتا، تاکہ نبی ﷺ کی بتائی ہوئی چیزوں کو زیادہ سمجھ سکے اور خوب یاد کرسکے۔

اس سلسلے میں احادیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت امام بخاری ومسلم نے روایت کی حضرت عبداللہ بن سنجرہ (سخبرہ) ابو معمر

سے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اس حال میں کہ میری ہتھیلی سرکار کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی، جس طرح اس سے پہلے قرآن کی تعلیم دی تھی۔

التحيات لله والصلوة والطيبات،السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته،السلام علينا وعلىٰ عباد الله الصلحين،أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أنّ محمدا عبده ورسوله.(صحيح البخاري، ج:۲، ص:۹۲٦، كتاب الاستيذان،باب الأخذ باليدين،مجلس البركات،مبارك فور)

(۲) حضرت امام بخاری وترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑا اور فرمایا کہ اے عبداللہ بن عمر! دنیا میں تو اپنے آپ کو ایسا بنالے گویا کہ تو کوئی مسافر ہے یا راستہ طے کرنے والا (ترمذی میں اتنا اور ہے کہ) اور اپنے آپ کو مردہ شمار کر۔

ابن عمر کہا کرتے تھے کہ جب تم شام کرلو تو صبح کا انتظار مت کرو،اور جب تم صبح کرلو تو شام کا انتظار مت کرو،اپنی صحت کو مرض کے لیے اور اپنی زندگی کو موت کے لیے وقف کردو(ترمذی میں اتنا اور ہے)کیوں کہ اے عبداللہ! تو جانتا نہیں کہ کل تیرا نام کیا ہوگا۔ (صحيح البخاري،ج:۲،ص:۹٤۹،كتاب الرقاق،باب قول النبي ﷺ "كن في الدنيا كأنك غريب أوعابر سبيل"،مجلس البركات)

اسی باب میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ بعض اوقات اپنے بعض صحابہ کی ران کو تھپتھپاتے تھے اور مسئلہ کی نوعیت واضح فرماتے تھے۔

(۳) امام مسلم نے روایت کی تابعی جلیل ابوعالیہ سے وہ کہتے ہیں امیر ابن زیاد نماز میں تاخیر کرتے تھے۔پس میرے پاس عبداللہ بن صامت آئے،تو میں نے انھیں بیٹھنے کے لیے کرسی پیش کی،میں نے ان سے ابن زیاد کی تاخیر صلاۃ کے بارے میں تذکرہ کیا،پس انھوں

نے اپنے ہونٹ کو دانتوں سے دبایا اور میرے ران پر مارا، اور کہا کہ میں نے ابوذر سے ایسے ہی سوال کیا تھا جیسا کہ تو نے مجھ سے کیا۔ تو انھوں نے بھی میرے ران پر مارا تھا جیسا کہ میں نے تیرے ران پر مارا، اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے ہی سوال کیا تھا جیسا کہ تو نے مجھ سے کیا تو سرکار نے بھی میرے ران پر ایسے ہی مارا جیسے میں نے تیرے ران پر مارا، اور فرمایا نماز کو وقتوں پر ادا کرو، پس اگر تم لوگوں کے ساتھ رہو اور نماز (جماعت) کا وقت ہو جائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لو اور یہ ہر گز نہ کہو کہ میں نے نماز پڑھ لی لہٰذا اب نہیں پڑھوں گا۔

(الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۲۳۱، کتاب المساجد، باب کراھة تاخیر الصلاة عن وقتها الخ، مجلس البرکات، مبارك فور)

آج بھی مبلغین کو چاہیے کہ وہ حتی الامکان مخاطب کو پیار و محبت سے ہاتھ پکڑ کے مسئلہ کی توضیح و تشریح کریں تاکہ مخاطب خواہ کتنا ہی پتھر دل کیوں نہ ہو وہ مبلغ کی اس شفقت آمیز برتاؤ اور طرز تبلیغ سے موم ہو جائے اور یہ مسلم ہے کہ جس نے سرکار علیہ السلام کے طرز عمل کو اپنایا وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب و بامراد ہوا۔ اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔

پہلے اجمال پھر تفصیل کا انداز

اس ضمن میں حضور ﷺ کے اسوۂ تعلیم و تبلیغ سے بہت حد تک ہمیں رہ نمائی ملتی ہے کہ سبق کا مقصد متعیّن اور معلم و متعلم دونوں پر خوب اچھی طرح واضح ہونا چاہیے جس چیز کی آپ تعلیم دینا چاہتے وہ آپ کی نظر میں متعیّن تو ہوتی ہی متعلمین پر بھی ظاہر و باہر رہتا تھا کہ وہ کیا سیکھ رہے ہیں۔ اولاً تو سرکار علیہ السلام مطلقاً کسی شے کو اجمالاً بیان فرماتے۔ مخاطب کو سوال کرنے پر ابھارنے کی غرض سے اور ان کو انکشاف کی جانب رغبت دلاتے ہوئے پھر بڑے تحفگی کے ساتھ اس کی تفصیل فرماتے (ہر جزو کو الگ الگ بیان فرماتے) تاکہ مخاطب کے دل میں مسئلہ پورے طور پر جاگزیں ہو جائے۔ اس طرح سے مسئلہ محفوظ کرنے اور سمجھنے کے امکانات زیادہ ہوتے

ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث پاک سے واضح ہے:

حضرت امام بخاری ومسلم اور ابن ماجہ نے روایت کی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو اس کی تعریف کی گئی، پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وجبت، وجبت، وجبت، اور پھر ایک جنازہ گزرا تو اسکی برائی کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وجبت وجبت وجبت۔

جب حضرت عمر نے ان کلمات کو سنا تو اجمال کی وجہ سے سکتے میں پڑ گئے تو حضرت عمر نے کہا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، پہلے جنازے کے گزرنے پر لوگوں نے اس کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا: وجبت وجبت وجبت اور دوسرے جنازہ کے گزر نے پر لوگوں نے اس کی برائی کی تب بھی آپ نے وجبت وجبت وجبت ہی فرمایا؟

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جس کی تعریف کررہے تھے اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور جس کی برائی کررہے تھے اس پر دوزخ واجب ہوگئی، تم لوگ اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو زمین میں اس جملہ کو آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۳۰۸، کتاب الجنائز، مجلس البرکات)

(۲) امام مسلم نے روایت کی کہ حضرت معبد بن کعب بن مالک سے اور انھوں نے ابی قتادہ بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ لوگ آپس میں بات کررہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنازے کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ یہ شخص مستریح بھی ہے اور مستراح بھی۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مستریح اور مستراح کیا ہے؟

تو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا: یہ مومن بندہ آرام کرے گا دنیا کی تھکاوٹوں سے اللہ کی رحمت کے سایہ میں کیوں کہ وہ حکم خداوندی کے تحت عبادات میں زیادہ مشغول رہتا تھا نہ کہ آرام کرتا تھا تو یہ مستریح ہے اور مستراح یہ ہے کہ دوسرے لوگ (یعنی متعلقین) اور شہر والے درخت اور چوپائے اس سے آرام پانے والے

ہیں۔ (المصدر السابق)

اس ضمن میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کا ایک قول بھی ہے "زمین کے اوپر کام اور زمین کے نیچے آرام"۔

(۳)حضرت ابی شریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا وہ مومن نہیں اس کلمہ کو تین مرتبہ فرمایا تو آپ سے سوال کیا وہ شخص کون ہے ؟سرکار علیہ السلام نے فرمایا وہ شخص جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔(صحیح البخاری، ج:۲، ص:۸۸۹،کتاب الأدب،مجلس البرکات)

اس تعلق سے ایک اور حدیث پاک ہے جس میں اس شخص کو ڈرایا گیا ہے جس نے والدین کی خدمت میں کمی کی۔

(۴)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:رغم أنفه(اس کی ناک خاک میں ملے)اس جملے کو تین مرتبہ آپ نے بیان فرمایا تو لوگوں نے دریافت کیا وہ کون شخص ہے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ تو آپ نے فرمایا کہ جس نے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کے وقت پایا اور اس نے ان کی خدمت نہیں کی تو وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(الصحیح لمسلم،ج:۲،ص:۳۱٤،کتاب البر والصلة،باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم ونحوهما،مجلس البرکات)

تو دیکھیے کہ مذکورہ بالا حدیثوں میں کس قدر اجمال تھا،جب صحابۂ کرام کو سمجھنے میں دقت ودشواری پیش آئی،صحابۂ کرام کا شوق بیدار ہوا کہ سرکار سے پوچھ لیا جائے وجبت،اور مستریح، مستراح،واللہ لایومن اور رغم أنفه میں کیا معمہ پوشیدہ ہے تو سرکار علیہ السلام نے ہر ایک کی فرداً فرداً وضاحت فرمائی جس سے مسئلہ بآسانی منکشف ہوگیا۔یہ بھی تبلیغ کا ایک عمدہ اور بہترین انداز ہے۔

پہلے ابہام پھر توضیح

نبی کریم ﷺ کے طریقہ تبلیغ میں سے یہ بھی ہے کہ جب صحابہ کرام کو کسی شے کی تعلیم دیتے تو اولاً اس کو اتنا مبہم رکھتے کہ صحابۂ کرام کا ذہن اس کے انکشاف کی جانب پوری طرح متوجہ ہوجاتا، بعد ازاں سرکار علیہ السلام اس ابہام کی توضیح فرماتے تو صحابہ کرام کی پوری توجہ نبی کریم ﷺ کی جانب مرکوز ہوجاتی اس طرح پوری بات ان کے دلوں میں اتر جاتی اور ان کی علمی تشنگی بجھ جاتی۔ اس ضمن میں بھی حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تمھارے سامنے ایک ایسا شخص حاضر ہونے والا ہے جو اہل جنت سے ہے پس قبیلۂ انصار کا ایک ایسا شخص ظاہر ہوا جس کی داڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا، اپنے داہنے ہاتھ میں اپنا جوتا لیے ہوئے تھا، پھر دوسرے دن نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی فرمایا، تو پھر وہی شخص گذشتہ حال میں گزرا (یعنی پہلے کی طرح) پھر تیسرے دن نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تو پھر وہی شخص اسی حالت میں گزرا۔

پھر جب نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے، یعنی جانے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے اس شخص کا جس کے بارے میں سرکار دوعالم ﷺ نے بتایا تھا کہ یہ اہل جنت میں سے اس کا پیچھا کیا اس مقصد سے کہ اس کے عمل کو جانے تو عبداللہ بن عمر نے اس شخص سے کہا میرا میرے والد سے جھگڑا ہوگیا ہے، میں نے قسم کھایا کہ تین روز تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا، اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کے پاس پناہ حاصل کرلوں یہاں تک کہ تین دن گزر جائے تو اس شخص نے اجازت دے دی۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اس شخص سے بات کرتے ہوئے ان تینوں راتوں کو اس کے پاس گزارا، تو اس درمیان اس شخص کو رات میں کچھ بھی قیام کرتے ہوئے نہیں

دیکھا (یعنی عبادت کرتے ہوئے) علاوہ اس کے کہ وہ شخص جب بھی نیند سے بیدار ہوتا یا اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا تو اللہ کا ذکر کرتا اور تکبیر کہتا یہاں تک کہ وہ فجر کی نماز کے لیے بیدار ہوجاتا۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں: اس درمیان میں اس سے ہمیشہ بھلائی کی بات ہی سنتا پھر جب تینوں راتیں گزر گئی اور میں نے اسے کوئی خاص عبادت کرتے ہوئے نہیں دیکھا تو میں نے ان کے عمل کو حقیر سمجھتے ہوئے کہا اے اللہ کے بندے! میرے اور میرے والد کے درمیان نہ تو کوئی جھگڑا ہے اور نہ ہی کوئی جدائی میں تو صرف تیرا عمل دیکھنے آیا تھا کہ کس بنا پہ تو جنتی ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرے بارے میں تین مرتبہ فرمایا کہ تم پر ابھی ایک ایسا شخص ظاہر ہونے والا ہے جو جنتی ہے تو تینوں مرتبہ تم ہی ظاہر ہوئے۔

اس لیے میں نے تیرے پاس پناہ حاصل کیا تا کہ تیرا عمل دیکھوں کہ کون سا عمل ہے جس نے تجھے جنتی بنادیا اس لیے میں نے تیرا پیچھا کیا، میں نے تجھے کوئی ایسا عمل بہت زیادہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا جو تجھے اس مقام تک پہنچادے جس کے بارے میں سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا تو اس شخص نے (یعنی بار بار ظاہر ہونے والے نے) کہا کہ ایسا نہیں ہے جو تم دیکھ رہے ہو بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جب میں چل پڑا تو انھوں نے مجھے بلایا اور کہا: اے میرے بھتیجے! تو نے جو مجھے کسی عمل میں کثرت برتتے ہوئے نہیں دیکھا تو میں ان معاملوں کی وجہ سے مکرم نہیں بلکہ معاملہ تو یہ ہے کہ میں دل میں کسی مسلمان کے تعلق سے کدورت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس نعمت پر حسد کرتا ہوں جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے۔ اور تو بھی اس سے بچنے کی کوشش کر، (یعنی حسد سے) تو حضرت عبداللہ نے کہا: "هذه التي بلغت بك وهى التي لا نطيق". یہی وہ چیز ہے جس نے تم کو اس مرتبہ تک پہنچایا اور یہی وہ ہے جس کی طاقت ہمیں نہیں۔ (مسند إمام أحمد بن حنبل، ج:۲۰،ص:۱۲۵،۱۲٤،رقم الحديث:۱۲٦۹۷،مؤسسة الرسالة، بيروت)

تو دیکھیے اس معاملہ میں کس قدر ابہام تھا حضور ﷺ نے اسے یوں ہی چھوڑ دیا، پھر اصل حقیقت واضح ہوئی۔

چیزوں کو سامنے رکھ کر ان کی حرمت بیان فرمانے کا انداز

سرور کائنات خاتم النبیین ﷺ کا اجتماعی تعلیم وتربیت میں ایسا انداز ہوتا جس سے مجلس پر سناٹا چھاجاتا بہت ہی جامع اور مختصر خطبہ ارشاد فرماتے، آپ کا خطبہ نہایت زور دار اور مؤثر ہوا کرتا تھا، صرف جذباتی گفتگو نہ فرماتے بلکہ گاہے بہ گاہے آواز میں سختی اور نرمی بھی ہوتی تھی، عملی نمونہ پیش فرماتے، کرکے دکھاتے، انگلیوں کے اشارے سے بتاتے، کسی جانی پہچانی چیز سے تشبیہ دے کر بات ذہن نشیں کراتے تاکہ غیر اسلامی اعمال وافعال جو شریعت کی روح اور اسلامی مفادات کے خلاف تھے، مذہبی امور سے جو تساہلی اور غفلت پیدا ہو چکی تھی، اسے دور کر کے متعلمین کی سرشت میں دین کی محبت اور شرعی اعمال سے لگاؤ پیدا کر سکیں۔ آپ نے ایسی تمام کوششوں پر پابندی لگادی جس سے لوگوں کے عقیدے یا اعمال میں فساد پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔

مثلاً آپ نے اسلام میں شراب نوشی کو مطلقاً حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا: وہ لوگ شراب پی کر بدمستی میں نہایت برے کام کرتے ہیں لہٰذا اگر اس کے بعد کسی نے شراب پی تو اسے سخت سزادی جائے گی۔ (دینی دعوت، ص:۱۰۶)

بسا اوقات ان چیزوں کو جن سے روکنا مقصود ہوتا سامنے رکھتے یا جس چیز کی حرمت ثابت کرنا مقصود ہوتا مجمع عام میں اس کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اٹھاتے تاکہ تمام مخاطبین بغور ملاحظہ کرلیں کہ فلاں چیز سے روکا جارہا ہے۔ گویا حضور ﷺ حرمت ثابت کرنے کے لیے قول اور مشاہدہ دونوں کو جمع فرماتے تھے، تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں وہ ممنوعہ چیزیں اچھی طرح بیٹھ جائیں اور ان کی حرمت زیادہ سے زیادہ واضح ہو جائے۔

اس تعلق سے احادیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ میں ریشم اور دائیں ہاتھ میں

سونا لیا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا سنو! یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں اور عورتوں کے لیے حلال ہیں۔ (سنن ابن ماجه،باب لبس الحریر والذهب للنساء)

(۲) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مال غنیمت کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ لیتے اور فرماتے کہ میرے لیے اس میں اتنا ہی حصہ ہے جتنا کہ تم میں سے ہر ایک کا حصہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے حصے سے زیادہ لینا گویا کہ خیانت کرنا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا خیانت سے بچو! کیوں کہ خیانت خائن کے لیے قیامت کے دن ذلت و رسوائی کا سبب ہے۔ دھاگا، سوئی اور جو چیز اس کے علاوہ ہو اسے بھی واپس کردو، (یعنی درزی کو چاہیے کہ کوئی چیز اپنے پاس دوسرے کی نہ رکھے) اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں قریب و بعید میں اور سفر و حضر میں، کیوں کہ جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعے غم اور پریشانی سے نجات دیتا ہے۔ حدود قائم کرو قریب و بعید میں اور اللہ کے معاملے میں دشمن کا خوف مت کرو۔

لہٰذا موجودہ مبلغین حضرات کو چاہیے کہ وہ سرکار علیہ السلام کے اس دعوتی اسلوب کو اپنا ئیں۔ بلکہ آج کے دعاۃ و مبلغین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی "تبلیغی تحریکات" کو کامیاب بنانے کے لیے مذکورہ تبلیغی اسالیب اور دعوتی طریقوں پر سختی سے کاربند ہوں اس کے بغیر کسی بھی "دعوتی تحریک" کی کامیابی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

مسائل دریافت کیے بغیر بتانے کا اسلوب

معلم کائنات نبی کریم ﷺ کی بعثت طیّبہ کا بنیادی مقصد دعوت و تبلیغ تھا۔ اللہ ربّ العزّت نے قرآن مقدس میں اپنے محبوب کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: "یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ" (سورہ المائدہ، پارہ:٦، رکوع:۱۴، آیت: ٦٧)

اے رسول! پہنچادو جو کچھ اترا تمہیں تمھارے رب کی طرف سے، اسی طرح حدیث پاک ہے، ”بَلِّغُوا عَنِّی وَلَو اٰیَۃً“ ”میری تعلیم لوگوں تک پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت ہو“ (بخاری شریف، کتاب بدء الوحی)

انھیں ساری وجوہات کے بنا پر ایام حج میں جب جزیرۂ عرب کے اطراف واکناف سے آنے والے قبائل مکہ، منٰی اور عرفات میں اقامت پذیر ہوتے تو حضور ﷺ ہر قبیلہ کی فرودگاہ پر تشریف لے جاتے اور انھیں اسلام کی دعوت دیتے۔

الغرض رحمت عالم ﷺ کو فرائضِ نبوت کی ادائیگی کا احساس ہر وقت بے چین رکھتا، دور ونزدیک جہاں کہیں بھی اہل عرب کی حضور کو اطلاع ملتی تو حضور وہاں تشریف لے جاتے اور گمراہ انسانیت کو راہ راست پر گامزن کرنے کے شوق میں اپنی مساعی اور کوششوں کی انتہا فرمادیتے۔

ابو طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ذی المجاز کی منڈی میں دیکھا، قبائل کے سامنے جاکر آپ فرمارہے تھے ”یَاأَیُّھَا النَّاسُ قُولُوا لَاإِلٰہَ إِلَّا اللہ تُفْلِحُوا “کہو کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے، ایسا کہوگے تو دونوں جہاں میں فلاح پاؤ گے۔ (مسند أحمد بن حنبل)

نبی کریم ﷺ بعض اوقات اپنے اصحاب کو بغیر پوچھے ان مسائل کو بتانا مناسب جانتے جن کے بارے میں وہ سوال نہیں کرتے، بالخصوص ان اہم معاملات کی تعلیم دیتے جن سے ہر کوئی واقف نہیں ہوتا، یہاں تک کہ حضور ﷺ ان شبہات کا بھی جواب دے دیتے جواب تک واقع نہیں ہوئے، اس خوف سے کہ کہیں وہ شبہات لوگوں کے دلوں میں واقع ہوکر راسخ نہ ہوجائیں اور وہ اس کے ذریعہ کسی برائی میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ اس ضمن میں احادیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے پاس شیطان آتا ہے، تو وہ (شیطان) کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا، یہاں تک کہ شیطان اس شخص سے یہ کہتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا

کیا۔ جب شیطان ایسے خیالات میں مبتلا کرے تو چاہیے کہ رب کی پناہ مانگے اور سکوت اختیار کرے، کیوں کہ شیطان ان خیالات کے ذریعہ اس شخص کی دنیا وآخرت برباد کردینا چاہتا ہے۔(بخاری شریف، کتاب بدءالوحی)

(۲)حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے وقت گھر سے نکلے، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی، فارغ ہونے کے بعد منبر پر کھڑے ہوکر قیامت کا ذکر فرمایا اور اس کے ان اہم نشانیوں کا بھی ذکر فرمایا جو قیامت سے پہلے واقع ہونے والی ہیں، پھر فرمایا کہ کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے۔ اسے سوال کرنے کی اجازت ہے، بخدا!تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھوگے اس سے پہلے ہی میں تم کو اس کی خبر دے دوں گا جب تک میں اس جگہ کھڑا ہوں، تو حضرت انس نے کہا کہ جس وقت سرکار کی زبان سے لوگوں نے اس بات کو سنا، توانھوں نے رونا شروع کردیا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے یہ بہت زیادہ فرمانے لگے کہ مجھ سے سوال کرو، مجھ سے سوال کرو، تو عبداللہ ابن حذافہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ میرے والد کون ہیں ؟تو حضور نے فرمایا کہ تمھارے والد حذافہ ہیں۔(بخاری شریف)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو مزید سوالات کرنے پر ابھارنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا(اولی)یعنی قریب تھا کہ تم ہلاک ہوجاتے اس ذات کی قسم !جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے، مجھ پر ابھی ابھی جنت ودوزخ کو پیش کیا گیا تھا، اس دروازے کی جانب سے (مسجد کے کسی دروازے کی جانب اشارہ کرکے فرمایا)اور کہا کہ میں آج کی طرح کسی اور دن خیر وشر نہیں دیکھا۔

کوئی داعیِ حق یا مبلغ اپنی دعوت وتبلیغ میں کامیابی وکامرانی کے منازل طے نہیں کرسکتا ہے جب تک کہ اس کے دل میں خلق خدا کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی کا جذبہ موجزن نہ ہو اور ان کی

غلط کاریوں اور گمراہیوں سے قلق واضطراب میں مبتلا نہ ہوجاتا ہو۔آپ قرآن حکیم اور احادیث کا مطالعہ کریں گے تو یہ محسوس ہوگا کہ حضور ﷺ ہدایت ورہبری کے کام میں انسانیت کے سب سے بڑے اور سچے خیر خواہ تھے۔رات رات بھراس کے غم میں ڈوبے رہتے،خدا کی بارگاہ میں نیاز مندانہ پیشانی جھکاکر دعائیں کرتے۔اے خداوند قدوس!گمراہ انسانوں کوراہ راست پر لگادے،اس غم میں اتنا گھل گئے تھے کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق یہ ارشادفرمایا"فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَسَفاً" (سورہ کہف،۶/۱۸)

توکہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤگے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

حکمت وموعظت کے پیش نظر سوال کچھ ہوتا لیکن جواب دوسرا دیتے

مبلغ اعظم حضور علیہ السلام کے جملہ تبلیغی اسلوب اور دعوتی طریقۂ کار کسی نہ کسی حکمت ومصلحت کے پیش نظر ہوتے،انھیں اسلوب میں سے ایک یہ بھی تھا کہ سائل کچھ سوال کرتا اور حضور ﷺ اس سوال سے بالکل الگ تھلگ دوسرا جواب دیتے،اللہ عزوجل نے قرآن میں اپنے محبوب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: "اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"(سورۂ نحل،آیت: ۱۲۵،پارہ:۱۴) اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت کے ذریعے اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: " یہ آیت کریمہ ظاہراً تو مختصر ہے لیکن حقیقت میں اصول رشد وہدایت،حکمتِ دلائل،مواعظۂ حسنہ اور مجادلۂ عظمہ میں دعوت اسلام کے لیے خوش گوار گفتار،فن مناظرہ،طریقۂ مکالمہ،ضوابط مجادلہ اور حصول مکابرہ میں ایک انمول اور علمی خزانہ ہے۔چوں کہ انسان اپنی ذہنی کیفیت کے اعتبار

سے تین قسم کے ہوتے ہیں۔

اس لیے اس آیت کریمہ میں تمام مبلغین اسلام کو تین طرح دعوت وتبلیغ کا حکم دیا گیا ہے:

(۱) کچھ خاص لوگ اہل شعور اور حق کے متلاشی ہوتے ہیں ان کو حکمت و دلائل یقینیہ کی روشنی میں ہی دعوت دینا مفید ہے۔

(۲) عوام میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہوتی ہے کہ ان کو خود ہی بلانا پڑتا ہے اس لیے ان دونوں گروہوں کے لیے فرمایا "ادع " ان کو دعوت دیجیے اور ان کے پاس جائیے۔

(۳) کچھ لوگ ضدی طبیعت، متکبرانہ عادت، بددماغ اور سخت قسم کے منکر ہوتے ہیں اور ہر حال میں خود کو بلند سمجھنے والے اور ہر داؤ پیچ، چرب زبانی، جھوٹ سچ اور دجل وفریب سے اپنی برتری چاہنے والے ہوتے ہیں۔ان کے سامنے اگر ذرا بھی علمی نرمی دکھائی جائے یا ان کے پاس وخاطر کا کچھ لحاظ رکھا جائے تو ان کا غرور وتکبر، سرکش وخودنمائی اور بڑھ جاتی ہے، ایسے لوگوں کو بلانا نہیں پڑتا بلکہ اپنی حماقت سے خود ہی حق کے مقابل مناظرہ ومجادلہ کے لیے آجاتے ہیں، ان کے لیے فرمایا گیا "وجادلھم "یعنی علم کی سختی، طبیعت گفتار کی نرمی، دلائل کی کرختگی اور باتوں کی خوش خلقی سے ایسی مار مارو کہ مزاج درست ہو جائے۔قرآن عظیم نے ہر مقام پر اہل ایمان کو یہ اسلوب اور طریقہ سکھایا ہے۔

مذکورہ آیات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تبلیغ سے پہلے مبلغ کے پاس علم وحکمت، علم مواعظ حسنہ، علم دلائل اور دینی معلومات پوری طرح ہونا ضروری ہے ورنہ نادان، بے علم اور غیر تربیت یافتہ، مبلغ تو دین اسلام کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے، اور ایسوں سے دعوت وتبلیغ کے مقاصد کے حصول کی توقع عبث ہے البتہ شر اور فتنہ وفساد کا اندیشہ ضرور لگا رہے گا۔(دینی دعوت، ص: ۳۴،۳۵)

اور حدیث پاک سے بھی ثابت ہے کہ سرکار ﷺ حکمت ومصلحت کے پیش نظر سوال کچھ اور جواب کچھ اور دیتے تھے۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی ؟ تو آپ ﷺ نے جواب نہ دے کر یہ فرمایا کہ آخرت کے لیے تم نے کیا تیاری کی ہے ؟ تو اس شخص نے کہا کہ میں نے تو نماز، روزہ اور صدقہ کثرت سے نہیں کیا ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی ہے، تو سرکار نے فرمایا کہ قیامت کے دن تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے تو محبت کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ ﷺ نے سائل کو اس کے سوال یعنی قیامت کب ہوگی ؟ کا جواب نہ دے کر دوسری بات بتائی جس کی اس شخص کو زیادہ ضرورت ہے اور اس کے لیے زیادہ نفع بخش ہے اور وہ قیامت کے دن سرخرو ہونے کے لیے نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرنا ہے۔

اسی لیے تو آپ نے فرمایا: قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے ؟ تو اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں، آپ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا جو اس کا ساتھی ہے اور جس سے وہ محبت کرتا ہے، اور اس میں انسان کو اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ دنیا میں اس کا ساتھی غیر صالح ہو گا تو آخرت میں بھی وہ اسی کے ساتھ ہو گا۔ دوسرا فائدہ یہ ملا کہ غیر ضروری سوال سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی شخص رسول ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک شخص مال غنیمت کے لیے، ایک شخص نام و نمود کی خاطر اور ایک شخص شجاعت و بہادری دکھانے کے لیے جہاد کرتا ہے تو ان تینوں میں کون شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے ؟ تو رسول ﷺ نے فرمایا "جو اعلاے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں ہے"۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب دینا کہ جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے، وہ اللہ کی راہ میں ہے یہ غایت بلاغت اور ایجاز کے لیے ہے، یہ اس حکمت کے پیش نظر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کو ذکر کر دیا جائے اس کے علاوہ کو وہ جہاد سے شمار نہ کرے، کبھی غضب و

حمیت بھی جو اللہ کے لیے ہو وہ جہاد ہے اس لیے حضور نے ایسے جامع لفظ کی طرف عدول فرمایا جو التباس ختم ہونے اور افہام کی زیادتی کا فائدہ دے۔

سکوت اختیار کر کے مسئلے کی توضیح

عصر حاضر میں دعوت و تبلیغ کے بہت سارے طریقے وجود میں آ چکے ہیں۔ مگر جو اسلوب نبی کریم ﷺ نے بتائے اور سکھائے ہیں، ان سے انحراف دعوت و تبلیغ کی اثر انگیزی کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔

سکوت اختیار کر کے مسئلہ کی توضیح، دعوت و تبلیغ کے نبوی اسلوب میں سے ایک ہے۔ اس طرز تبلیغ کو اصولیین اور محدثین تقریر سے تعبیر کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ جب صحابۂ کرام سے کوئی قول یا فعل صادر ہوتا اور اس پر آپ سکوت فرماتے یا خوشی کا اظہار کرتے تو آپ کا ایسا کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہوتا کہ آپ ان کے اس قول و فعل سے راضی ہیں اگر غلط ہوتا تو آپ اصلاح فرماتے۔ بہت سے علمی امور میں آپ ﷺ سے یہ طریقہ رائج ہے۔

نبی کریم ﷺ سکوت اختیار فرما کر کسی مسئلہ کی توضیح فرماتے تھے۔ حدیث کی روشنی میں ملاحظہ کریں:

(۱) حضرت ابی جحیفہ وہب بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابودردا کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کی، تو حضرت سلمان نے دردا کی والدہ سے ملاقات کی اور ان کو گندے پرانے کپڑے میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا کہ آپ گندہ کپڑا پہن رکھی ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ تیرے بھائی ابودردا کو دنیا کی کوئی حاجت نہیں۔

حضرت ابودردا آئے ان کے لیے کھانا بنایا، تو حضرت سلمان سے کہا کہ میں روزہ سے ہوں تم کھاؤ، تو حضرت سلمان نے کہا کہ میں اس وقت نہیں کھاؤں گا جب تک آپ نہیں

کھاؤ گے، تو انھوں نے بھی کھایا، پھر جب رات ہوئی تو ابودردا عبادت کے لیے کھڑے ہونے لگے، تو حضرت سلمان نے کہا سو جاؤ تو وہ سو گئے پھر دوبارہ کھڑے ہونے لگے تو انھوں نے کہا سو جاؤ، رات کے آخری حصہ میں حضرت سلمان نے کہا اب کھڑے ہو جاؤ تو راوی کا بیان ہے کہ دونوں نے یعنی حضرت ابودردا اور سلمان نے ساتھ میں نماز پڑھی۔ تو حضرت سلمان نے ان سے کہا کہ بے شک تجھ پر تیرے رب کا حق ہے، تجھ پر تیرے نفس کا بھی حق ہے اور تجھ پر تیرے اہل وعیال کا بھی حق ہے، تو حق والے کو اس کا حق دے یعنی نہ صرف عبادت کر بلکہ آرام بھی کر، اہل وعیال کی خبر گیری بھی کر اور اللہ کی عبادت بھی کر۔

تو حضرت ابودردا نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اپنے اور سلمان کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس کو نبی کریم ﷺ کے سامنے ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔ (ریاض الصالحین)

(۲) حضرت عمرو بن عاص سے مروی ہے، انھوں نے کہا "سلاسل کی جنگ میں ایک ٹھنڈی رات میں مجھ کو احتلام ہو گیا تو مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ اگر میں غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا، تو میں نے تیمم کیا پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی، تو لوگوں نے اس معاملے کو نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا حضور ﷺ نے فرمایا: "اے عمرو! صبح کی نماز تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس حال میں پڑھی کہ تم جنبی تھے، میں نے نبی کریم ﷺ کو اس چیز کے بارے میں بتایا جس نے مجھے غسل کرنے سے روکا اور بطور دلیل انھوں نے اس آیت کو پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے: "وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا" اور اپنی جانیں قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ (سورہ نساء، پارہ:۵، آیت:۲۹)

جب انھوں نے اس آیت کو پیش کیا تو حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور سکوت اختیار کیا۔ تو سرکار کا خاموش رہنا اس بات پر دلیل ہے کہ جب غسل یا وضو کی حاجت ہو اور کسی عضو کے شل ہونے یا مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو تو تیمم پر اکتفا کرنا درست ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تو ظاہر ہو گیا کہ سرکار علیہ السلام سکوت اختیار فرما کر بھی مسئلے کی وضاحت فرماتے تھے۔

تفننِ طبع اور ہنسی مزاح کے ذریعے تبلیغ

نبی کریم ﷺ اپنے مخاطب کو تعلیم دیتے تو کبھی شفقت آمیز پدرانہ برتاؤ کرتے کبھی معلّمانہ شفقت تو کبھی دوستانہ انداز ہوتا، آپ ﷺ لوگوں سے مسکراتے ہوئے خندہ پیشانی سے ملتے۔ نرمی و ملاطفت سے پیش آتے، کبھی کسی کی تحقیر یا تذلیل نہ فرماتے، ان کی دلداری اور خوش طبعی کا مظاہرہ فرماتے اور مہذب ظرافت سے کام لیتے، ان کی دل چسپی، استعداد اور ذوق کی رعایت فرماتے، دوران تقریر یا وعظ عدم دل چسپی کا احساس ہوتا تو فوراً موضوع بدل دیتے یا سلسلہ ختم کر دیتے، اچھی باتوں پر تحسین فرماتے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر نہایت شفقت اور دل سوزی سے تلقین فرماتے کبھی کبھی سینے سے لگا لیتے۔

کیوں کہ عمدہ مذاق انسانی روح کو فرحت بخشتا ہے اور طبیعت کی تکان کو ختم کر دیتا ہے، قلب کو تازگی بخشتا ہے کیوں کہ انسانی زندگی رنج وغم اور درد والم کا مجموعہ ہے۔ عمدہ ہنسی مزاح ہی ان چیزوں کو ختم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کا ذہن کسی بات کو خوش روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ جتنا قبول کرتا ہے ترش روئی اور غصے کی حالت میں اتنا قبول نہیں کر پاتا۔

کیا ہی بہتر ہے علمی اور تبلیغی مذاق وتفریح جو اچھے راہ کی جانب رہنمائی کرے۔ کیوں کہ ہمیشہ ذہن کو کام میں لگائے رکھنے سے ذہن بوجھل ہو جاتا ہے۔ اس لیے وقتاً فوقتاً تفننِ طبع کے ذریعہ تبلیغ کرنا آقا ﷺ کی سنت کریمہ ہے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ایک ضعیفہ نے آپ سے پوچھا کہ میں جنت میں جاؤں گی یا نہیں؟ تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا: ”کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی“ تو وہ بڑھیا رونے لگی پھر سرکار نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں نہ تو ضعیف ہوگا نہ ضعیفہ بلکہ سارے لوگ جوان ہوں گے یہ ایک عمدہ مزاح اور ذہنی تفریح تھی۔ اس کے علاوہ اس میں اس بڑھیا کے لیے ایک مسئلہ کی وضاحت بھی تھی اور وہ یہ کہ کوئی جنت میں ضعیف نہ ہوگا۔

بسا اوقات نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کو تفننِ طبع کے طور پر تعلیم دیتے تھے اور جو

فرماتے تھے حق فرماتے تھے۔کیوں کہ اسی دوران بہت سے علمی گوشے آشکارا ہوجاتے تھے۔
اس تعلق سے حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

(۱)حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے تھے،اور میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کی کنیت ابوعمیر تھی اس کے پاس ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلتا تھا،تو وہ بلبل مرگئی ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو اس کو غمزدہ پایا تو لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا کہ اس کی کیا حالت ہے؟تو لوگوں نے عرض کیا اس کی بلبل مرگئی تو سرکار نے ارشاد فرمایا: اے ابوعمیر!ما فعل النغیر؟ (ابن ماجه،ص:٢٦٤،باب المزاح)

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سواری کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں تمھیں اونٹنی کے بچے پر بٹھاؤں گا،تو اس شخص نے کہا یا رسول اللہ!میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کو تو اونٹنی ہی جنتی ہے نا؟ (مشكاة المصابيح، ج:٢،ص:٤١٦، باب المزاح، الفصل الثانی، مجلس البرکات)

تو دیکھیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش طبعی کے ذریعہ کتنی اہم بات سمجھادی کہ اونٹ اگرچہ بڑا ہوکر بوجھ ڈھوتا ہے مگر وہ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

مکرّر ارشاد کا التزام

داعیِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک طریقۂ تبلیغ یہ بھی تھا کہ جب صحابۂ کرام کو تعلیم دیتے تو اپنی باتیں بار بار دہراتے۔مقصود اس سے مخاطب کو پوری طرح متوجہ کرنا اور اس کی اہمیت کو بتانا ہوتا کہ مخاطب کا ذہن باتوں کو اچھی طرح قبول کرلے اور اس کو یقین ہوجائے۔

قرآن حکیم میں بھی اعادہ وتکرار کا بڑا التزام کیا گیا ہے۔ایک ہی مفہوم کو بار بار قرآن

مختلف انداز سے پیش کرتا ہے تاکہ بخوبی ذہن نشیں ہو جائے۔ شاید ہی کوئی ایسا صفحہ ہو جس پر اس نے اپنی بنیادی دعوت یا اس کے کسی جز کا اعادہ نہ کیا ہو لیکن تکرار میں بھی انداز ایسا اختیار کیا ہے کہ وہی بات ہر بار نیا لطف دیتی ہے۔

آج بھی مبلغین حضرات کو اعادے اور تکرار کی طرف پوری توجہ دینی چاہیے لیکن انداز ایسا اختیار کرنا چاہیے کہ بے زاری اور اکتاہٹ نہ پیدا ہونے پائے۔

اعادہ اور تکرار کا اصول یہ ہے کہ جو کچھ بچوں کو پڑھایا جائے اس کا اعادہ اور مشق کرا کے خوب یاد کرا دیا جائے۔ بہت زیادہ معلومات بہم پہنچانے کے فکر میں اکثر اساتذہ اعادہ کی طرف سے غفلت برتتے ہیں جس کا انھیں بہر حال خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ کیوں کہ بچوں کو پچھلا سبق بھی یاد نہیں رہتا اور اگلا بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لیے اعادے اور مشق کی طرف غیر معمولی توجہ دینی چاہیے۔ سبق کے ہر جز کے بعد اس جز کا اور سبق کے آخر میں پابندی سے کچھ وقت اور ہفتے میں کم از کم ایک دن اعادہ اور مشق کے لیے مخصوص کر دیا جائے تاکہ ہفتے بھر کا کام بخوبی ذہن نشیں ہو جائے۔ بغیر اعادے کے آگے نہ بڑھایا جائے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس علم پر بچوں کو قدرت حاصل نہ ہو سکے وہ آخر ان کے کس کام کا ہو گا۔

اعادہ اور تکرار کے ساتھ بیان کرنے کے متعلق حدیث بھی وارد ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عام طور پر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی بات بتاتے تو ایک کلمہ کا تین مرتبہ اعادہ فرماتے یہاں تک کہ مخاطب اچھی طرح سمجھ لیتا۔ (بخاری شریف، ج: ۱، ص: ۲۰)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک سفر میں پیچھے رہ گئے اس سفر میں ہم لوگ بھی تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو پا لیا ایسے وقت میں کہ وہ عصر کی نماز کا وقت تھا اور ہم لوگ وضو کے درمیان اپنے پاؤں پر مسح کر رہے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلند آواز سے ندا دی "ویل للاعقاب من النار" تین مرتبہ فرمایا

”ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔(بخاری شریف،ج:۱،ص:۲۸،باب غسل الرجلین)

حضرت عبدالرحمن بن غنم سے مروی ہے۔وہ روایت کرتے ہیں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی جانب نکلے،جب صبح ہوئی تو لوگوں نے صبح کی نماز ادا کی، پھر لوگ چل پڑے جیسے سورج طلوع ہوا لوگوں پر غنودگی طاری ہوگئی (یعنی دن کے اول حصہ میں) اور راہ بھٹک گئے لیکن حضرت معاذ حضور کے پیچھے چلتے رہے۔جب حضور نے اپنی کجاوے کا پردہ اٹھایا تو سپاہیوں میں سے کسی کو نہیں پایا سوائے حضرت معاذ کے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ندا دی اور کہا:اے معاذ!انھوں نے عرض کیا،لبیک یا نبی اللہ! سرکار نے فرمایا:اپنے علاوہ کو چھوڑ کر قریب ہو جاؤ تو وہ اتنا قریب ہوئے کہ ان کی سواری حضور کی سواری کے بالکل برابر ہوگئی۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو اپنے ساتھ گمان نہیں کیا تو حضرت معاذ نے کہا،یا نبی اللہ! لوگ غنودگی کی وجہ سے اپنی سواری سے جدا ہوگئے آپ نے تو قیام بھی فرمایا پھر چلے تو سرکار نے فرمایا:میں بھی سو رہا ہوں۔

جب حضرت معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب توجہ مرکوز کی اور ان کی خلوت کو اپنی جانب محسوس کی تو انھوں نے کہا،یا رسول اللہ!مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ سے ایک ایسے کلمے کے بارے میں پوچھوں جو مجھے مریض بنا دیتا ہے، مجھے بیمار بنا دیتا ہے اور مجھے غمگین بنا دیتا ہے تو حضور نے فرمایا تم مجھ سے جو چاہو پوچھو۔

حضرت معاذ نے کہا:اے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو جنت میں داخل کر دے اس کے علاوہ میں آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گا،تو سرکار نے تین مرتبہ شاباش فرمانے کے بعد تین مرتبہ فرمایا کہ بے شک تو نے بہت عظیم بات پوچھی ہے،اس کے بعد تین مرتبہ فرمایا کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کے لیے آسانی فرماتا ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کلموں کو بار بار اس لیے فرمایا تاکہ سامنے والے کو یقین ہو جائے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور آخرت پر ایمان لاؤ، نماز ادا کرو،اللہ کی عبادت

کرو، اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، یہاں تک کہ تم اسی حالت میں مر جاؤ۔ تو حضرت معاذ نے کہا، اس کا میرے لیے اعادہ فرمائیں تو سرکار دو عالم ﷺ نے تین مرتبہ اعادہ فرمایا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمھارے لیے حدیث بیان کر دوں اے معاذ! جو اس معاملے کی اساس ہو اس معاملے کی بنیاد ہو اور اس معاملے کی حقیقت ہو، تو حضرت معاذ نے کہا کیوں نہیں ؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ ﷺ! تو سرکار علیہ السلام نے اس کی تشریح فرمائی۔"ان راس هذا الامر ان اشهد ان لااله الاالله وحده لاشريك له وان محمداعبده ورسوله "۔

(۲)وان قوام هذاالامر اقام الصلاة وايتاءالزكاة.

(۳)وان زروة السنام الجهاد فی سبيل الله.

تم لوگوں کو حکم دو اگر چہ جنگ کرنی پڑے یہاں تک کہ نماز ادا کریں، زکاۃ دیں اور گواہی دینے لگیں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں جب وہ ایسا کہنے لگیں تو گویا کہ انھوں نے اپنے آپ کو اپنے خون اور اپنے مال کو محفوظ کر لیا اس کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب و کتاب اللہ عزوجل کے ذمۂ کرم پر ہے۔

سائل سے مکرر سوال پوچھنا

نبی کریم ﷺ کبھی سائل سے مکرر سوال کرتے تا کہ اس کا سوال اس کے علم کا احاطہ کر لے اور اس کے علم میں اضافہ ہو جائے اور اس جواب کا ادراک کر سکے جو نبی کریم ﷺ عنایت فرمائیں۔ ایسا کیوں ؟ وجہِ ظاہر یہ ہے کہ مخاطب سے مکرر سوال پوچھنا توجہ کو مرکوز رکھنے اور غور و فکر کو متوجہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ اس تعلق سے ہدایت کی گئی ہے۔ جیسے "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ" کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا (سورہ فجر) "أَفَلَا

یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ، وَاِلَی السَّمَاءِ کَیْفَ رُفِعَتْ" (سورہ غاشیة) تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا، اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا؟ "وَمَاتِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوْسٰی" اور اے موسی! یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ (سورہ طٰہ) "قَالَ هِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُعَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِی وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی" عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں (سورہ طٰہ) "وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ" اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے بنایا آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے (سورہ لقمان)

اس طرح معلمین کو بھی چاہیے کہ دوران سبق طلبہ سے سوالات کریں اور ان کو بھی سوالات کرنے کا موقع دیں۔ اور اس کا بار بار اعادہ کرائیں تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشیں ہو جائے اوران کی فہم وفراست بھی سامنے آسکے۔

اس تعلق سے حدیث پاک بھی سماعت کرتے چلیں:

(۱) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تھے تو ان کو اس بات کی تعلیم دی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان رکھنا افضل اعمال میں سے ہے۔ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بھلا بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں تو میرے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اگر تم جہاد کرو اور خلوص کے ساتھ صابر رہو آگے آگے رہو نہ کہ پیچھے پیچھے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکمل بیان کے لیے فرمایا: کیسے تم نے کہا پھر سے کہو تو؟ تو اس شخص نے کہا، اگر میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں تو کیا میرے گناہ معاف کردیے جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اگر تم صابر رہو خلوص کے ساتھ اور پیش قدمی کرنے والے رہو نہ کہ پیٹھ دکھانے والوں میں سے تو تمھارے گناہ معاف کردیے جائیں گے مگر وہ قرض نہیں جس کے دینے کا تم نے ارادہ ترک کر دیا تھا کیوں کہ حضرت جبرئیل نے یہی کہا ہے۔ (مشکوۃ

شریف، ص: ۳۳۰،کتاب الجهاد،الفصل الأول)

سرکار علیہ السلام کا بار بار سائل سے سوال کا اعادہ کروانا اس وجہ سے بھی تھا کہ بیان سوال پر ملکہ پیدا ہو جائے اور جواب خوب اچھی طرح سے سمجھنے میں دقت و دشواری کا سامنا کرنا نہ پڑے۔ لہٰذا آج بھی داعیانِ مبلغینِ اسلام کو یہی اسلوب اپنانے کی ضرورت ہے تا کہ تبلیغ زیادہ سے زیادہ موئثر اور اثر انداز ہو سکے۔

پہلے سائل کا سوال پھر آپ کا جواب

عہد رسالت میں جب بھی دعوت و تبلیغ کی محفل منعقد ہوتی تو کثرت سے لوگوں کی بھیڑ ہوا کرتی تھی، دعوت سرکار پر ہر خاص و عام لبیک کہتا ہوا حاضر ہوتا، سامعین میں سے ہر ایک کو سوالات کرنے کی مکمل اجازت ہوتی، ہر کوئی اپنے ضروریات کے مطابق سوالات کرتا اور حضور ﷺ بڑے ہی خندہ پیشانی سے سوالات سنتے اور جوابات مرحمت فرماتے۔ فائدہ یہ ہوتا کہ وہ پوری یک سوئی سے متوجہ ہو کر جواب ڈھونڈنے کی کوشش بھی کرتے اگر نہیں ہو پاتا تو کم سے کم جواب ہی تن دہی کے ساتھ سماعت کرتے۔

جب سائل کے سوال کو پوری طرح سماعت کر لیتے کہ کیا پوچھنا چاہ رہا ہے۔ تو حضور ﷺ نہایت ہی عمدہ، نفیس اور سلیس انداز میں جواب عنایت فرماتے جس سے ہر خاص و عام کو تشفی اور تسکین حاصل ہو جاتا، کیوں کہ کسی کے بھی سوال کو جب تک مستحضر نہ کر لیا جائے کما حقہ تشفی بخش جواب نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اس لیے سرکار دو عالم ﷺ نے اس نادر و نایاب اور انوکھے اسلوب کو اپنایا۔ قرآن مقدس میں جا بجا اللہ تعالی نے اپنے محبوب کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ''يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ'' (آیت:۲۲۹، پارہ:۲، سورہ بقرہ) ''لوگ تم سے شراب اور جوے کا حکم پوچھتے ہیں'' دوسری جگہ ہے ''وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ'' (آیت: ۲۲۲، پارہ:۲، سورہ بقرہ) ''اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم ''اور تیسری جگہ ہے:''يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ

مُرْسٰھا"(پارہ:۳۰،سورہ نازعات،آیت:۴۲) "تم سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے" اس کے علاوہ اس طرح کی اور بھی بہت ساری آیتیں ہیں، جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ معلم کائنات تھے آپ سے لوگ سوالات کریں گے آپ کو جواب دینا ہوگا۔

حدیث پاک ہے:"من سُئِلَ عن علم علمه ثم کتمه الجم یوم القیٰمة بلجام من النار" جس شخص سے علم کے بارے میں کوئی ایسی چیز پوچھی جائے جس کو جانتا ہے اور وہ اس کو چھپائے(یعنی نہ بتائے)تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی"۔

یہی وجہ کہ نبی کریم ﷺ سائل کو جواب کے دوران ہی بہت کچھ بتا دیتے جیسے کہ شریعت، اس کے احکام اور دین کے معلومات، یہی نہیں اپنے صحابہ کو سوال کرنے پر ابھارتے بھی تھے، جو ان کے لیے اہم ہوتا (یعنی شب وروز کے مسائل اور جس کے جاننے کے محتاج ہوتے) اس کی جانب۔ جیسے فرائض اور شریعت وغیرہ جیسا کہ حدیث پاک سے واضح ہے۔

(۱)حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہالت کی شفا سوال کرنا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ سوال کرنے سے جہالت ختم ہوجاتی ہے۔اور صحابیِ رسول ﷺ ان معاملات کو نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کرتے جو مشکل اور مشتبہ ہوتا۔تقریب فہم،بیان اور زیادتیِ ایمان کے لیے،رسول اللہ ﷺ ان کے ہر ایک سوال کا جواب دیتے،جن سے انھیں قلبی سکون اور روحانی مسرت حاصل ہوتی۔

دینی امور سے متعلق آپ کے اصحاب آپ سے جو سوالات کرتے ان کے جوابات کتب احادیث میں موجود ہیں چند جوابات متفرق مقامات پر زیر نظر کتاب میں بھی ملیں گے۔

(۲)حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اہل کتاب کے ساتھ رہتا ہوں (یعنی ان کی زمین میں) تو کیا میں ان کے برتن میں کھا سکتا ہوں؟ اور ایسی زمین میں رہتا ہوں جہاں کثرت سے شکار کیا جاتا ہے تو میں اپنے تیر سے شکار کرسکتا ہوں اور اس کتے سے بھی جو تربیت

یافتہ ہے ایک اور جو تربیت یافتہ نہیں ہے، میرے لیے کیا بہتر ہے؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اہل کتاب کے ساتھ رہتے ہو، تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ، ہاں اگر کوئی دوسرا برتن نہ پاؤ تو کھالو بشرطیکہ پہلے اس کو اپنے طور پر دھولو۔

اور تو نے جو کہا کہ اس زمین پر کثرت سے شکار ہوتا ہے تو تم بھی شکار کیے جانور کھا سکتے ہو بشرطیکہ اس پر اللہ کا نام لے لو۔ (ترمذی شریف، ج: ۲، ص: ۲)

اور کتے سے شکار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر سکھائے ہوئے کتے سے شکار کرو تو اس پر بھی اللہ کا نام لے لو اور اس کے بعد کھاؤ، اور بغیر سکھائے ہوئے کتے سے شکار کرو تو اس کو بھی سنت مسنونہ کے مطابق ذبح کرو پھر کھاؤ۔

ابو داؤد کی روایت میں اس لفظ کے ساتھ ہے یا رسول اللہ! ہم اہل کتاب کے پڑوسی ہیں، وہ لوگ اپنے برتنوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے اور شراب پیتے ہیں تو کیا ان کے برتنوں میں کھائیں، پیئیں یا نہیں؟ تو سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: اس میں کھانا پینا بالکل درست نہیں اگر اس کے علاوہ برتن ہو، اور اس کے علاوہ برتن نہ پاؤ تو تو پانی سے صاف کرلو پھر کھاؤ، پیو۔ (ابوداؤد، ج:۲، ص:۵۳۷، کتاب الاطعمۃ، باب: في استعماله أنيه أهل الكتاب)

تو دیکھیے سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس طرح تشفی بخش جواب دیا۔

دوران تقریر حال ومقام میں تغیر وتلون

قرآن مقدس میں اللہ رب العزت وحدہ لاشریک نے دعوت وتبلیغ کے حکم کے ساتھ ساتھ تبلیغی اسلوب سے بھی لوگوں کو باخبر کیا ہے۔ ثبوت کے لیے وَ اِنۡ مَّا نُرِیَنَّکَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُھُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ وَ عَلَیۡنَا الۡحِسَابُ ﴿۴۰﴾ (سورہ رعد، آیت ۴۰)

وَ مَا کَانَ رَبُّکَ مُھۡلِکَ الۡقُرٰی حَتّٰی یَبۡعَثَ فِیۡۤ اُمِّھَا رَسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِنَا ۚ وَ مَا کُنَّا مُھۡلِکِی الۡقُرٰۤی اِلَّا وَ اَھۡلُھَا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ (سورہ قصص، آیت ۵۹) وغیرہ ملاحظہ کریں۔

اس کے علاوہ ترغیب وتربیت، نظم ونسق، آسان، مشکل، وعدہ، وعید وغیرہ مختلف تبلیغی اسلوب اور دعوتی طریقے قرآن واحادیث کے صفحات پر انمول جواہرات کے مانند بکھرے پڑے ہیں۔ دعوت دین کے لیے اس کے لازمی تقاضوں پر عمل ضروری ہے۔

اور داعی حضرات کو ان تمام اسلوب سے واقف ہونا بھی ضروری ہے جہاں وعدہ اور وعید کا بیان آئے بالکل ویسا ہی بنادے تاکہ سامعین پر رقت طاری ہو اور خوف الٰہی سے دل کانپ اٹھے، جہاں فرحت وشادمانی کا بیان آئے تو داعی ایسا اسلوبِ بیان اختیار کرے کہ سامعین جھوم اٹھیں اور ان کا چہرہ پھولوں کی طرح کھل اٹھے۔

بعض احوال میں نبی کریم ﷺ کا طریقۂ تبلیغ یہ تھا کہ دوران خطاب حضور ﷺ حال ومقام میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا کبھی گفتگو کی تکرار کے ساتھ، تو کبھی دست اقدس کے اوپر نیچے فرماکر ان چیزوں کو بیان فرماتے جس سے ڈرانا مقصود ہوتا، مثلاً دوران خطاب کبھی دوزخ کا بیان آجاتا تو دوزخ کی تمام سزائیں آپ کی نظروں کے سامنے ہوتیں کہ دوزخ میں بختی اونٹ کے برابر سانپ ہیں، یہ سانپ ایک مرتبہ کسی کو کاٹے تو اس کا درد اور زہر چالیس برس تک رہے گا۔ اسی طرح دوزخ کی اس آگ کا تصور جس کو ایک ہزار برس تک جلایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار برس تک جلایا گیا تو وہ سفید ہوگئی اور پھر ایک ہزار برس تک جلایا گیا تو وہ کالی ہوگئی اور اسی کے ذریعہ آپ کی امت کو سزادی جائے گی۔ اس لیے جب اس طرح کا بیان آتا تو آپ کا چہرۂ انور غم سے سرخ ہوجاتا اور آپ کی حالت متغیّر ہونے لگتی۔

اسی طرح جب جنت کا بیان آتا تو اس کی ساری آسائشیں آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوتیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کے لیے جنت میں ایسی چیزیں تیار کررکھی ہیں جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ ہی اس کی خوبیوں کو کسی کان نے آج تک سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کی ماہیت کا خیال گزرا ہے۔

حدیث پاک سے بھی اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

(۱)حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہاکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیاتم کوسب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دے دوں اس کوتین مرتبہ فرمایاتوانھوں نے کہایعنی راوی نے،کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ!توسرکارنے فرمایاکہ کسی کواللہ کاشریک ٹھہرانااور والدین کی نافرمانی کرنااس حال میں کہ آپ ٹیک لگاکر بیٹھے ہوئے تھے پھر فرمایاجھوٹی گواہی سے بچواس کو باربار دہراتے تھے یہاں تک کہ راوی تمناکرنے لگے آپ کے خاموش ہونے کی اور جیسے جیسے اس جملے کااعادہ فرماتے ویسے ویسے آپ کی حالت متغیّر ہوتی جاتی،مقصود اس سے سامع کے قلوب واذہان کواپنی طرف متوجہ کرنابھی تھا،اور اس عمل سے ڈرانابھی مقصود تھاکہ جھوٹ سے بچو!(مسلم شریف،ج:۱،ص:٦٤)

آج کے واعظین اور خطباکی تقریریں اصلاح معاشرہ،تعلیم امت،دینی دعوت کی تذکیراور خوف وخشیتِ خداوندی کی تلقین سے بالکل خالی نظرآتی ہیں۔اور طرفہ تماشایہ کہ اندازبیان بھی نہایت سطحی اور غیر سنجیدہ ہوتاہے،بعض کاانداز اس قدر نامناسب ہوتاہے کہ یہ معلوم ہی نہیں ہوتاکہ یہ اسلامی اسٹیج ہے یادوسری قوموں کی تفریحی نمائش گاہ۔یقیناًملت اسلامیہ کے نمائندے کہلائے جانے والوں کی یہ سطحی حرکت ہر فرد بشر کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔اس سلسلے میں انھیں اصلاح لانے اور تبلیغی طریقۂ کارکی حکمتوں کواپنانے کی سخت ضرورت ہے۔

موقع ومحل کی مناسبت سے تبلیغ وارشاد

دین ہمیشہ سے ایک ہے اور ایک ہی رہے گا،تواس کی تبلیغ بے حد ضروری ہے،جیساکہ قرآن مجید میں ہے ’’إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الإِسْلَامُ ‘‘(سورہ اٰل عمران)اللہ کے نزدیک سب سے سچا دین اسلام ہی ہے۔

نبی کریم ﷺ موقع ومحل کی مناسبت سے دعوت وتبلیغ کی بڑی اہمیت دیتے۔ بازاروں، میلوں،تجارتی منڈیوں اور ایام حج میں مختلف خیموں جہاں ماحول سازگار ملتاآپ

وہاں جاکر دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح کا کوئی تبلیغی موقع ہاتھ سے نہ جا نے دیتے پورے جزیرۂ عرب میں گنتی کے چند شہر تھے جن میں مکہ اور طائف بہت مشہور تھے ان کے علاوہ ساری آبادیاں وسیع وعریض صحراؤں میں بکھری ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں کو ئی گاؤں یا قصبہ دکھائی دیتا تھا نیز قبائلی عصبیتوں کے باعث راستے بھی پرامن نہ تھے اس لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا خطرے سے خالی نہ تھا قبائل کے سرداروں نے باہمی مشاورت سے تجارتی منڈیوں کے جگہ جگہ انعقاد کا اہتمام کیا تاکہ تجار اور صنعت کار اپنی اپنی در آمد تجارتی امور اور مصنوعات کو لے کر وہاں پہنچ جائیں اور اس علاقہ کے گردونواح میں آباد لوگ اپنی اپنی ضروریات کی چیزیں آکر خرید لیں۔

اس اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شعرا اپنے قصائد سے خطبا اپنے فصیح وبلیغ خطبات سے لوگوں کو محظوظ کرتے۔ اس سے عوام کے ادبی ذوق کی آبیاری کے ساتھ ساتھ لوگ اپنے وطن کے شعرا سے متعارف ہوتے اور ان کی قادر الکلامی اور فصاحت وبلاغت پر ان کی تحسین ہوتی۔ ان جگہوں پر بھی نبی کریم ﷺ تشریف لاتے خطرناک راستوں کو طے کرکے موقع و محل کی مناسبت سے اپنی دعوت لوگوں میں عام کرتے۔ (ضیاء النبی، ج:۲، ص:۴۴۶،۴۴۵)

عامر بن مسلمہ الحنفی جو نبی رحمت ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں مشرف باسلام ہوئے جو بنی حنفیہ قبیلہ کا ایک فرد تھا۔ اس نے کہا کہ سرکار دوعالم ﷺ کو لگاتار تین سال دیکھا کہ حضور عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز کی منڈی میں تشریف لاتے اور ہمیں اللہ عزّوجل پر ایمان لا نے کی دعوت دیتے نیز ہمیں فرماتے کہ میرا دفاع کرو یہاں تک کہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچاؤں اور اس کے بدلے حضور ہمیں جنت کا مژدہ سنائیں پس نہ حضور کی دعوت قبول کیا اور نہ کبھی کوئی خوبصورت جواب دیا۔ بلکہ ہم حضور کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے پھر بھی حضور ہمیشہ نرمی اور حلم بردباری کا مظاہرہ فرماتے۔ (ضیاء النبی، ج:۲، ص:۴۷۰)

سرکار فرماتے ہیں کہ ”مجھے اللہ کی راہ میں جتنا خوف زدہ کیا گیا اور کسی کو نہیں کیا گیا، مجھے

اللہ کی راہ میں جتنی اذیت دی گئی اور کسی کو نہیں دی گئی، مجھ پر تیس دن اور راتیں ایسی بھی گزریں کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لیے کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جسے کوئی جان دار کھا سکتا مگر قلیل مقدار میں"(دینی دعوت، ص:۴۵)

پھر بھی آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی، موقع ومحل کا لحاظ صرف مخاطب کے اعتبار سے فرماتے نہ کہ اپنے اعتبار سے۔ آپ توہمہ وقت دعوت وتبلیغ میں لگے رہتے اس لیے رب قدیر نے ارشاد فرمایا: "لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ"(سورۃ الشعرا، آیت:۲)
"کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے، ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لاتے"

آج داعی کو چاہیے کہ مدعی کی ذہنی کیفیت موقع ومحل کا خیال رکھتے ہوئے اسے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی طرف بلائیں اور اس سلسلہ میں ایسے محکم دلائل دیں جس سے حق واضح ہو جائے۔ داعی کو یہ بھی چاہیے کہ سوز وگداز، خلوص اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ موثرانداز میں مدعو کے جذبات کو ابھارے اور دنیا کی بے ثباتی، موت وآخرت کی فکر، جہنم کے عذاب اور جنت کی نعمتوں کے بارے میں اس طرح گفتگو کرے کہ مخاطب کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کا شوق اور آقا ﷺ کی محبت واطاعت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ وہ راہ حق پر چلنے میں ہی اپنے کو نجات کا ضامن سمجھنے لگے۔ داعی کا انداز گفتگو ایسا دل نشیں ہو کہ مخاطب داعی کے لہجے میں وہ تڑپ محسوس کر سکے جو اس کی اصلاح کے لیے داعی کے دل میں موجزن ہو(دینی دعوت، ص:۳۰)

(ا)جیساکہ حدیث پاک سے واضح ہے"انی اتخولکم با لموعظة کما کان رسول اللہ ﷺ یتخو لنا بھا مخافة السامة علینا""میں ناغے دے کر وعظ وتلقین کرتا ہوں جیسے کہ نبی کریم ﷺ ناغے دے کر وعظ فرماتے اور آپ ایسا اس لیے کرتے کہ ہم لوگ کہیں اکتا نہ جائیں"۔(بخاری شریف،ج:۱،ص:۱٦)

اس لیے کہ اسلام میں مایوسی کفر ہے۔ جیساکہ قرآن مقدس میں ہے "وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ

رَّوۡحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۸۷﴾ "(سورۂ یوسف:٨٧)

"اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اس کی رحمت سے تو بس کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں"۔

(٢) دوسری حدیث پاک "عن ابی موسیٰ الاشعری قال:کان رسول اللہ ﷺ اذا بعث احداً من اصحابه فی بعض امره،قال:بشروا،ولا تنفروا، یسروا ولا تعسروا" حضرت موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ میں سے کسی کو کسی معاملہ کی درستگی کے لیے بھیجتے تو فرماتے اپنی باتوں سے لوگوں کو خوش کرنا، متنفر نہ کرنا اور آسانی برتنا، سختی میں نہ ڈالنا۔(بخاری شریف، ج:١، ص:١٦)

لہٰذا آج بھی داعی حضرات کو نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے اسلوب کو اختیار کرنا اور عمل کرنا چاہیے تاکہ ہر قدم پر کامیابی ہمارا قدم چومے۔

آخری بات:

گزشتہ صفحات میں دعوت و تبلیغ کے نبوی اسلوب پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ہماری اور آپ کی اور دیگر واعظین و مبلّغین کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ کے طریقۂ دعوت اور اسلوبِ تبلیغ پر عمل پیرا ہوں اور اپنے تبلیغی کارواں کو منزل مقصود تک پہنچائیں۔ہم دعوت و تبلیغ کے میدان میں اسی وقت کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں جب کہ مندرجہ بالا طریقۂ نبوی پر ہمارا عمل ہو گا۔اس کے بغیر ہم کامیاب نہیں ہو سکتے اور نہ ہماری تبلیغ موثر اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔

کیوں کہ

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

مذکورہ طریقۂ تبلیغ پر عمل درآمد ہونے کے ساتھ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔امتدادِ زمانہ اور مرورِ ایّام کے ساتھ لوگوں کے نظریات بدل رہے

ہیں۔ افکار وخیالات میں تبدیلی رونما ہورہی ہے۔غرض کہ آج ہر چیز میں نمایاں تبدیلی رونما ہورہی ہے۔پسندوناپسند کا معیار بدل چکا ہے۔

گذشتہ بیس تیس سالوں سے ذوق ووجدان یہ رہا ہے کہ وہ لچھے دار اور ہیجان برپا کردینے والی تقریروں کو پسند کرتے ہیں۔لیکن اب عوام کا سنجیدہ اور تعلیم یافتہ طبقہ اس طرزِ تبلیغ کو پسند نہیں کرتا ہے۔

آج اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنا طرزِ تبلیغ اور اسلوبِ تقریر میں تبدیلی پیدا کریں۔ سنجیدہ اور سلجھے ہوئے انداز میں کام اور مقصد کی باتیں لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دین کا سچا خادم بنائے۔آمین بجاہ سیدالمرسلین علیہم التحیة والتسلیم.

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے

اقوالِ زرّیں

- زندگی نام ہے کام کا اور بے کاری موت ہے۔
- زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام۔
- میرے نزدیک ہر مخالفت کا جواب کام ہے۔
- دولت خدا کی نعمت ہے، لیکن اس سے بڑی نعمت راہِ خدا میں خرچ کرنے کا جذبہ ہے۔
- عقل مند وہ ہے جو دوسروں کے تجربے سے فائدہ اٹھائے۔ خود تجربہ کرنا عمر ضایع کرنا ہے۔
- قابلِ قدر وہ ہے جس کا لباس خستہ اور سینہ علم سے معمور ہے۔
- تضیعِ اوقات (وقت کی بربادی) سب سے بڑی محرومی ہے۔
- جس سے کام لیا جاتا ہے، اسے ناخوش نہیں کیا جاتا۔
- احساسِ ذمہ داری سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔
- نام کے لیے کام نہیں کرنا چاہیے، کام کروگے تو نام ہو ہی جائے گا۔
- دنیا کا علم بھی عزت و وقار کا سبب ہے، چہ جائے کہ "علم دین"
- لمبی چوڑی عمارتیں ہوں، تعلیم نہ ہو تو سب بے کار ہے۔
- طالب علمی کا زمانہ نہایت پابندی کا زمانہ ہے، اس وقت جس چیز کی عادت پڑ جائے وہ ہمیشہ باقی رہے گی۔
- کامیاب شخصیتوں کی تقلید (پیروی) کرنے سے آدمی کامیاب ہوتا ہے۔
- اللہ پر توکل کرنے والا دونوں جہان میں سربلند رہتا ہے۔
- زندگی وہ ہے جو کسی دوسرے کے کام آسکے۔
- زیادہ ہنسنا اور قہقہہ لگانا مومن کی شان نہیں۔ (معارف حدیث)
- محبت رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی محبت خدا (عزوجل) ہے۔ (معارف حدیث)
- مدرسہ چلانا آسان کام نہیں، اس کے لیے روح اور جسم دونوں گھلانا پڑتا ہے۔ (بہ حوالہ بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی مدظلہ العالی)

- کام کے آدمی بنو، کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے۔
- آدمی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے، جو بے کار ہے وہ مُردوں سے بدتر ہے۔
- تقریر سب سے آسان ہے، اس سے مشکل تدریس اور سب سے مشکل ''تصنیف''
- خدا سے ڈرنے والا کسی سے نہیں ڈرتا۔
- اتفاق زندگی ہے، اختلاف موت۔
- جس کی نظر مقصد پر ہوگی کامیابی اس کے قدم چومے گی۔
- کام دنیا کا ہو یا دین کا صحت پر موقوف ہے۔
- ایسی جگہ نہیں بیٹھنا چاہیے جہاں سے اٹھنا پڑے۔
- کامیاب طالب علم وہ ہے جو استاذ سے علم کے ساتھ عمل بھی سیکھتا ہے۔
- مسلمان وہی ہے جو اللہ و رسول کا فرماں بردار ہے۔
- مدرسے کے مدرسین کو چاہیے کہ اپنے کو مدرسہ کا ملازم نہیں خادم سمجھیں۔
- وقت بہت قیمتی چیز ہے اور وقت کو ضایع کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔
- حقیقت میں نماز تو جماعت ہی کی نماز ہے، ورنہ صرف فرض کی ادائیگی۔
- آرام طلبی زندگی کی بربادی ہے۔
- مسلمانوں کی فلاح و کامیابی ''خوفِ الٰہی'' پر موقوف ہے۔
- دین کے لیے گردن کٹانے کی ضرورت پڑے تو کٹا دینا چاہیے، مگر پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔
- قلب کی زندگی ذکر و فکر ہے۔ (معارف حدیث)
- توکل ہی تو ''کُل'' ہے۔
- جو خدا سے ڈرنا چھوڑ دیتا ہے وہ ساری دنیا سے ڈرتا ہے۔
- آدمی کو ایسا استاذ اپنانا چاہیے جو علم و عمل کا پیکر ہو۔
- دوسروں کی خوبیاں دیکھنی چاہئیں اور اپنی خامیاں۔
- مومن کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ (ایضاً)
- مشیت ایزدی میں صبر ہی شانِ بندگی ہے۔ (ایضاً ص ۷۴)
- میں نے کبھی مخالف کو اس کی مخالفت کا جواب نہیں دیا بلکہ اپنے کام کی رفتار اور تیز کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کام مکمل ہوا اور میرے مخالفین کام کی وجہ سے میرے موافق بن گئے۔ (ایضاً)

❁❁❁❁❁❁

فروغ اہل سنت کے لیے امام اہل سنت کا دس نکاتی پروگرام

(۱) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

(۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

(۳) مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔

(۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے، معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔

(۵) ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین ومذہب کریں۔

(۶) حمایت مذہب ورد بد مذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

(۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔

(۸) شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعداء کے لیے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

(۹) جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

(۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلاقیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم ودینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے۔ (فتاوی رضویہ: جلد ۱۲، ص ۱۳۳)

زیر سایۂ کرم

رئیس المفسرین شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ **الشاہ سید مدنی میاں** صاحب قبلہ

ادام ظلہ علینا، (کچھوچھہ مقدسہ)

زیر سرپرستی

سلطان العلما نواسۂ شیخ الاسلام

حضرت علامہ الشاہ **سید ابوبکر شبلی اشرف** اشرف الجیلانی

زید مجدہ (کچھوچھہ مقدسہ)

جامعہ محمودیہ منظور العلوم نسواں عربی کالج

اکبر پورہ، نئی بستی، بہرائچ شریف (یوپی)

مختصر تعارف

صوبۂ یوپی کے شہر بہرائچ شریف میں ایک عظیم ادارہ "جامعہ محمودیہ منظور العلوم نسواں عربی کالج" اکبر پورہ، نئی بستی، بہرائچ شریف (یوپی)

اپنی علمی جاہ جلال کے ساتھ واقع ہے جو اپنے دامن میں علم وفضل کے گوہر لیے ہوئے ہے اور علمی اعتبار سے ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہے جہاں تشنگان علوم نبویہ کو دینی وعصری ہر طرح کے علوم وفنون سے آراستہ کیا جاتا ہے۔

ناظم اعلیٰ: حافظ و قاری مولانا **سید محمد سہیل اشرفی** صاحب قبلہ

موبائل: 9919914430

آل انڈیا حرا ایجوکیشنل ٹرسٹ

گوشالہ روڈ، مدھوبنی (بہار) الہند

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں جہاں دوسری قومیں ترقی کے منازل طے کرتی نظر آرہی ہیں، وہیں ملت اسلامیہ روز بروز زوال وانحطاط کو اختیار کئے ہوئے ہے، آج ہم ملی، تہذیبی اور اخلاقی طور پر جس صورتِ حال سے گزر رہے ہیں، وہ سب کے سامنے عیاں ہے، اس لیے اس پُر آشوب دور کی نزاکت کے پیش نظر "آل انڈیا حرا ایجوکیشنل ٹرسٹ" کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

اس تنظیم کے ذریعہ ہمارا مقصد دینی وعصری علوم سے عوام الناس کو متعارف کرانا اور اسلام کے بنیادی اصولوں کو عملی اور تبلیغی طور سے پیش کر کے معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق وکردار کی اعلیٰ مثالوں سے پورے معاشرے کو مزین کرنا ہے۔

تنظیم کے چند اغراض ومقاصد

(۱) قدیم مکاتب ومدارس کے نظام ہائے تعلیم کی درستگی۔

(۲) نئی نسلوں کو اسلاف کے کارناموں سے متعارف کرانا۔

(۳) عوام الناس کی رُشد وہدایت کے لیے موقع بہ موقع پمفلٹ اور رسائل شائع کرنا۔

(۴) باذوق غریب طلبا کے لیے وظائف کی فراہمی۔

(۵) مہینے میں دو بار تبلیغی دورہ۔

نوٹ اس تنظیم کے تحت فی الوقت دو مدارس چل رہے ہیں، (۱) دار العلوم امیریہ گلشن احمد رضا، (۲) جامعہ شمس العلوم تیغیہ پچھڑا پور (بنگال)

MOLANA AZAD ALAM MISBAHI
Mob: 7398307478